ماہنامہ

انصار اللہ

جنوری 2007ء

صلح 1386 ہش

خدا تعالیٰ نے شریعت ...... میں بہت سے ضروری احکام کے
لئے نمونے قائم کیے ہیں۔ چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے
ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ پس ظاہری قربانیاں اسی
حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے......
(سورۃ الحج آیت: ۳۸) یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری
تقویٰ اُس کو پہنچتی ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۲۳ حاشیہ صفحہ ۹۹ چشمہ معرفت صفحہ نمبر ۹۹)

ایڈیٹر

نصیر احمد انجم

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

صلح 1386 ہش جنوری 2007ء

جلد نمبر 48

شمارہ نمبر 1

فون نمبر: 047-6212982 فیکس نمبر: 047-6214631

ای میل: ansarulah60@yahoo.com

نائبین: ریاض محمود باجوہ ۔ محمود احمد اشرف ۔ صفدر نذیر گولیکی

اس شمارہ میں

اداریہ	صفحہ 2
القرآن: موت سے مفر نہیں	3
حدیث نبویؐ: مناجات رسول صلی اللہ علیہ وسلم	4
عربی منظوم کلام	5
فارسی منظوم کلام	6
اردو منظوم کلام	7
خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ	8 تا 13
غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے تحریر: مکرم عاطف شمیم صاحب	14 تا 18
آخری تین سورتوں کی دعائیہ تفسیر	19 تا 20
غزل مکرم چوہدری محمد علی صاحب	21 تا 22
حضرت مرزا عبدالحق صاحب بھی چل بسے مکرم صفدر حسین وڑائچ صاحب	23 تا 27
تحریک جدید کی اہمیت مرتبہ: مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب	28 تا 30
مغرب تیرا شکریہ مکرمہ زبیدہ حنا صاحبہ	31 تا 33
محترم جلال الدین قمر صاحب مرحوم کا ذکر خیر محمود احمد اشرف صاحب	34 تا 35
دیکھئے تو کمال بوڑھوں کا (نظم) مکرم ڈاکٹر عفیف احمد قمر صاحب	36
اخبار مجالس	37
رپورٹ چھٹی سالانہ علمی ریلی	38 تا 40

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)

سالانہ .... ایک سو روپیہ

قیمت فی پرچہ ...... ۱۰ روپے

اداریہ

قربانی کی عید

ادنیٰ کا اعلیٰ کے لئے قربان ہونا اس کائنات کا ایک جاری و ساری قانون ہے۔ نباتات اعلیٰ درجے کے حیوانات کی بقا کے لئے قربان ہو رہی ہیں۔ حیوانات اشرف المخلوقات انسان کی زندگی کو قائم رکھنے کا سامان ہیں۔ ادنیٰ درجے کے انسان اعلیٰ انسانوں کے تابع اور اُن کے خدمت گزار ہیں۔ خدا تعالیٰ کے اس جاری قانون سے کوئی مفر نہیں ہے۔ ہر کوئی کسی نہ کسی کی خاطر ضرور قربان ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ جو کسی کے لئے قربانی نہیں کر رہا وہ خود اپنی انا کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہم سب لمحہ لمحہ فنا کی راہوں پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ ہم نے قربانی کرنی ہے یا نہیں۔ قربانی سے کوئی راہ فرار نہیں۔ جب قربانی ناگزیر ہے تو پھر یہ دیکھنے کی بہت ضرورت ہے کہ ہم کس کی خاطر قربان ہو رہے ہیں۔ حیوان ذبح ہو کر انسان کی خوراک بنتا ہے اور اُس کا جزو بدن ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تب بھی وہ ضرور مرتا اور شاید زیادہ اذیت کے ساتھ مرتا اور اُس کا جسم گل سڑ کر پیوند خاک ہو جاتا۔ انسان اگر اُس برتر ہستی کے لئے قربان ہو جائے جو اُس کا رب ہے تو وہ قرب الٰہی کی دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ ہم فانی انسانوں کے لئے بقا کا اگر کوئی راستہ ہے تو وہ صرف یہی ایک راستہ ہے۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی راہ پر چل کر بقائے دوام حاصل کیا تھا۔ تمام اولیاء، صلحاء، شہداء، صدیقوں اور انبیاء کا یہی راستہ تھا۔ سب سے بڑھ کر حضرت اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا ہر لحظہ اپنے رب کے لئے قربان کر کے دائمی زندگی پائی۔

اپنے رب کی خاطر ایسی عظیم قربانی کی روح کو تازہ رکھنا ہی عیدالاضحیٰ کی غرض و غایت ہے۔

القرآن

موت سے مفرّ نہیں

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا ○

(سورۃ النساء :79)

ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ لے گی خواہ تم سخت مضبوط بنائے ہوئے بُرجوں میں ہی ہو۔ اور اگر انہیں کوئی حَسَنہ پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی بُرائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اے محمدؐ!) یہ تیری طرف سے ہے۔ تُو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے قریب تک نہیں پھٹکتے۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث نبوی ﷺ

مناجات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ مِنْ مَّجْلِسٍ حَتّٰی یَدْعُوَ بِھٰؤُلَآءِ الدَّعَوَاتِ لِاَصْحَابِہٖ اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا یَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ ، وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ، وَ مِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَآئِبَ الدُّنْیَا وَ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا، وَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا، وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا، وَلَاتَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا، وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّایَرْحَمُنَا

(ترمذی کتاب الدعوات باب فی جامع الدعوات صفحہ ۲/۱۸۸)

ترجمہ:-حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی مجلس سے اُٹھتے تو آپؐ دعا کرتے: اے میرے اللہ: تو ہمیں اپنا خوف عطا کر جسے تو ہمارے اور گناہوں کے درمیان روک بنادے اور ہم سے تیری نافرمانی سرزد نہ ہو اور ہمیں اطاعت کا وہ مقام عطا کر جس کی وجہ سے تو ہمیں جنت میں پہنچادے اور اتنا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب تُو ہم پر آسان کردے۔ اے میرے اللہ! ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا اور جو ہم پر ظلم کرے اُس سے تو ہمارا انتقام لے۔ جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اُس کے برخلاف ہماری مدد فرما اور دین میں کسی ابتلاء کے آنے سے بچا اور ایسا کر دنیا ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ ہو اور نہ یہ دنیا ہمارا مبلغ علم ہو یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک ہی محدود نہ ہو اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے اور مہربانی سے پیش نہ آئے۔

عربی منظوم کلام

اَریٰ کُلَّ مَحْجُوْبٍ لِدُنْیَاہُ بَاکِیًا

اَریٰ سَیْلَ اٰفَاتٍ قَضٰھَا الْمُقَدِّرُ
وَفِی الْخَلْقِ سَیِّأٰتٌ تُذَاعُ وَتُنْشَرُ

میں ان آفات کے سیلاب کو دیکھ رہا ہوں جن کو تقدیر جاری کرنے والے خدا نے مقدر کیا ہے اور مخلوق میں ایسی برائیاں (موجود) ہیں جو پھیلائی اور نشر کی جا رہی ہیں۔

اَریٰ کُلَّ مَحْجُوْبٍ لِدُنْیَاہُ بَاکِیًا
فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَبْکِیْ لِدِیْنٍ یُّحَقَّرُ

میں دیکھتا ہوں کہ ہر غافل اپنی دنیا کے لئے رو رہا ہے۔ پس کون ہے جو دین کے لئے روئے جس کی تحقیر کی جا رہی ہے۔

تَرَاءَتْ غَوَایَاتٌ کَرِیْحٍ مُّجِیْحَۃٍ
وَاَرْخٰی سَدِیْلَ الْغَیِّ لَیْلٌ مُّکَدِّرٌ

بیخ کنی کرنے والی ہوا کی طرح گمراہیاں ظاہر ہو گئی ہیں اور اندھیری رات نے ضلالت کا پردہ لٹکا دیا ہے

تَھُبُّ رِیَاحٌ عَاصِفَاتٌ کَاَنَّھَا
سِبَاعٌ بِاَرْضِ الْھِنْدِ تَعْوِیْ وَتَزْءَرُ

تند ہوائیں اس طرح چل رہی ہیں گویا کہ وہ ہند کی سرزمین میں درندے ہیں جو چیخ اور دھاڑ رہے ہیں

وَمَا ھَمُّھُمْ اِلَّا لِحَظِّ نُفُوْسِھِمْ
وَمَا جُھْدُھُمْ اِلَّا لِعَیْشٍ یُّوَفَّرُ

اور ان کا تمام فکر ان کے حظ نفس کے لئے ہی ہے اور ان کی ساری کوشش صرف ایسی عیش کے لئے ہی ہے جسے بڑھایا جائے

(القصائد الاحمدیہ مترجم صفحہ 354-355)

فارسی منظوم کلام

حسن وخلق و دلبری بَر تو تمام

اے خدا اے چارۂ آزارِ ما
اے علاجِ گریہ ہائے زارِ ما

اے خدا اے ہمارے دکھوں کی دوا اور اے ہماری گریہ و زاری کا علاج

اے تو مرہم بخش جانِ ریشِ ما
اے تو دلدارِ دل غم کیشِ ما

تو ہماری زخمی جان پر مرہم رکھنے والا ہے اور تو ہمارے غمزدہ دل کی دلداری کرنے والا ہے

بندۂ در ماندہ باشد دل طپاں
ناگہاں در ماں برآری ازمیاں

جب بندہ مغموم اور در ماندہ ہو جاتا ہے۔ تو تُو فوراً وہیں سے اس کا علاج پیدا کر دیتا ہے

عاجزے را ظلمتے گیرد براہ!
ناگہاں آری برو صد مہر و ماہ!

جب کسی عاجز کو رستے میں اندھیرا گھیر لیتا ہے تو تُو یکدم اس کے لئے سینکڑوں سورج اور چاند پیدا کر دیتا ہے

حسن و خلق و دلبری بر تو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

حسن اخلاق اور دلبری تجھ پر ختم ہیں تیری ملاقات کے بعد پھر کسی سے تعلق رکھنا حرام ہے

(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۶۰۴ حاشیہ ۶۲۲)

☆☆☆

اردو منظوم کلام

اے لوگو! عیشِ دُنیا کو ہرگز وفا نہیں

اَے حُبِّ جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں
اِس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے اُن کے مقابر کو اِک نظر
سوچو کہ اب ہیں سلف تمہارے گئے کِدھر
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے
پھر دفن کر کے گھر میں تأسف سے آئیں گے
اے لوگو! عیش دُنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تُم کو خوفِ مرگ و خیال فنا نہیں
سوچو کہ باپ دادے تمہارے کِدھر گئے
کِس نے بُلا لیا وہ سبھی کیوں گزر گئے
وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے
خوش مت رہو کہ کُوچ کی نوبت قریب ہے
ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دَنی خُدا کی اطاعت میں خاک ہو

(درثمین صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ رقیم پریس لندن)

خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع اجتماع انصاراللہ برطانیہ فرمودہ 5 نومبر 2006ء

مرتبہ: مکرم فخر الحق شمس صاحب

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سٹیج پر تشریف لا کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد فرمایا یہ جو سائیڈوں پر کھڑے ہیں یہ ڈیوٹی والے ہیں یا شامل ہونے والے انصار (عرض کی گئی کہ شامل ہونے والے ہیں۔) فرمایا لیٹ آنے کا نقصان ہوا ہے سیٹ نہیں مل سکی لیکن خدام اور اطفال کی تربیت کے لئے پہلے یہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب آپ دیکھیں کوئی بڑا کھڑا ہے اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں تو سیٹ دے دیا کریں۔ اب تو سیٹیں خالی نہیں کرائی جاسکتیں۔ ایسے موقع پر خاموشی سے اٹھ کر بڑوں کو جگہ دے دینی چاہیے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں خدام اور اطفال کافی بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضور انور نے تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ آل عمران آیت ۵۳، سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰ اسورۃ الصّف آیت نمبر ۱۵ کی تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا۔

حضرت مصلح موعود (۔) نے ایک دفعہ انصار کو مخاطب کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی یا یہ وضاحت کی تھی کہ قرآن کریم میں انصار کا لفظ ماننے والوں کے لئے دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو یہ بڑا اہم نکتہ ہے۔ اگر انصار اس پر غور کریں تو مجلس انصاراللہ جماعت کا انتہائی فعال حصہ بن سکتی ہے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اگر جائزہ لیں کہ ہم کس حد تک اس پر عمل درآمد کر رہے ہیں۔ تو آپ کو خود ہی احساس ہوگا کہ ابھی بہت بڑا وسیع میدان خالی پڑا ہے۔

قرآن کریم میں جہاں حضرت عیسیٰؑ کے تعلق میں انصار کا ذکر آتا ہے وہاں ایک جگہ تو حضرت عیسیٰؑ خود ہی قوم کے آپ کی تعلیم پر انکار اور عبادتوں کی طرف توجہ پر انکار کا سن کر بڑے درد سے اعلان کرتے ہیں کہ اکثریت تو ان حکموں پر عمل کرنے اور میری بات سننے سے انکاری ہے۔ کیا تم میں سے کوئی خوش قسمت ہے جو اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کے حکموں پر عمل کرنے میں میرا معاون و مددگار بن جائے اس پر حواریوں نے کہا کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان لاتے ہوئے اور اطاعت اور فرمانبرداری میں صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔

پھر دوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مکمل ایمان لائے اور اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر عمل کرتے ہیں اور پھر اسی دعویٰ کی ایک صورت اس زمانے میں پیدا ہوئی جب یہ دعویٰ کرتے ہیں اس کی باتوں پر مکمل عمل کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اس طرف بلایا گیا کہ دین کی اشاعت اور اس کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے میرے مددگار بن جاؤ اور یہ کام تم اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک تمہارا ایمان مضبوط نہ ہو۔ صرف اتنا کہہ کر ہم نے زمانے کے امام کو مان لیا ہے یا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بات ہو رہی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے صرف اتنا نہیں کہا تھا کہ ہم آپ پر ایمان لے آئے بلکہ قربانیوں کے اعلیٰ معیار بھی قائم کئے ۔ اور اس زمانے میں بھی یہ نہیں ہوگا کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم نے امام کو مان لیا ہے تو ایمان حاصل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مثال دے کر بتا دیا ہے کہ اعراب (دیہاتوں کے رہنے والے) کہتے ہیں کہ اٰمَنَّا ہم ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتا دے کہ ابھی یہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ایمان لے آئے یہ تو تم کہہ سکتے ہو کہ اَسْلَمْنَا کہ ہم نے فرمانبرداری قبول کر لی ہے۔ پس یہ اَسْلَمْنَا کی حالت اٰمَنَّا میں تب داخل ہوگی جب اپنا کچھ بھی نہیں ہوگا اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی خاطر ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مومن وہ ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور لے جاتے ہیں۔

تو ایک ناصر جو 40 سال کی عمر سے اوپر جا چکا ہے۔ جس کی سوچ میں گہرائی آ جانی چاہیئے۔ جس کو اپنی عمر کے بڑھنے کے ساتھ اپنی زندگی کے کم ہونے کا احساس ہو جانا چاہیے۔ جس کو اللہ کا خوف پہلے کی نسبت زیادہ ہونا چاہیے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان لاتے ہوئے آپؐ کے مسیح ومہدی علیہ السلام کی جماعت میں شامل بھی ہو چکا ہے۔ اس کے اللہ کے مددگار بننے کے معیار بہت بڑھ جانے چاہئیں۔ ہر وقت یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ ہم نے خدا کی رضا حاصل کرنی ہے تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنا ہے جہاں ہر وقت یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے رتی بھر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہونا گو یہ بہت مشکل کام ہے لیکن ایک مومن کا یہی کام ہے کہ اس طرف توجہ رہے اور پھر ایسے شخص کا جس نے انصار اللہ ہونے کا عہد کیا ہے یہ ایمان کا اعلیٰ معیار اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو جائے نہ مال کی محبت ہو نہ اولاد کی محبت ہو نہ کسی اور چیز کی محبت یہ معیار ہے جو ایک خالص مومن کو حاصل کرنا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں کہ جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔“

تو دیکھیں یہ ہے ایمان کا معیار اور جب انسان اس عمر میں داخل ہوتا ہے جب کہ میں نے کہا جب آئندہ زندگی

تھوڑی نظر آتی ہے یا آرہی ہوتی ہے تو کس قدر اس امر کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہمارا نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ کا نعرہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے لگایا ہوا نعرہ ہو اور ہمارا قدم جو اس راہ میں اٹھے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر لے جانے والا قدم ہو۔ وہ صدق سے اٹھا ہوا قدم ہو۔ سچائی اس میں پھوٹ رہی ہو۔ اللہ کی عبادتوں کی طرف بھی ہماری نظر ہو اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار رہنے کی طرف بھی ہماری توجہ ہو۔ اور اخلاق کے اعلیٰ معیار بھی ہم قائم کر رہے ہوں۔ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہمارا مطمع نظر ہو اور اپنے اپنے دائرے میں اعلیٰ اخلاق کو پھیلانے اور حقوق العباد ادا کرنے کی طرف ہماری بھرپور کوشش ہو اور ان سب امور میں جن میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی شامل ہیں اور حقوق العباد بھی شامل ہیں ہمارے سے غفلت نہ ہو۔ کبھی ہم سستی دکھانے والے نہ ہوں تو جب یہ خصوصیات ہم میں پیدا ہو جائیں گی تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے عہد کو نبھاتے ہوئے ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کہلاتے ہیں اور جنہوں نے اپنی روشن اور چمکدار مثالیں اس عہد کے نبھانے کے لئے قائم کی ہیں۔ یہ دو طرح کے لوگ تھے ایک گروہ انصار کہلاتا ہے تو جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح انصار بننے کا سوال ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا کہ کُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارُ اللّٰهِ کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ۔ تو کیا مہاجرین اور کیا انصار سب ہی اس اعزاز کو پانے کی دوڑ میں شامل ہو گئے اور وہ کارہائے نمایاں دکھائے۔ ایسے ایسے کام کئے کہ ان کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے

یہ سب کچھ جو ہم غیر معمولی قربانیوں کے معیار اور اپنی حالتوں کو یکسر بدلنے کے نظارے صحابہ میں دیکھتے ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے غیر معمولی محبت کی وجہ سے تھا جو صحابہ کے ایمانوں کی ترقی نے یہ محبت پیدا کر دی تھی۔ ان کی عبادتوں کے معیار بھی ایسے تھے کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں۔ ان کے دین کی خاطر جان و مال اور وقت کی قربانی کے معیار بھی ایسے تھے کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں۔ ان کی آپس کی محبت اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کے معیار بھی ایسے تھے کہ حیرت ہوتی ہے اور یہ لوگ ایسے تھے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **والسابقون الاولون من المھاجرین** .... **ذلک الفوز العظیم** اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے اولین اور وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

پس یہ لوگ ہیں جو ہمارے لئے مثال اور نمونے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں جنہوں نے اپنا ہر عہد نبھایا اور اللہ تعالیٰ کے انعاموں اور جنتوں کے وارث ٹھہرے۔ یہاں میں اس میں سے ایک گروہ جو انصار کہلاتے ہیں ان کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں انہوں نے ابھی تک جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر کے نہیں آ گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اس طرح فیض نہیں پایا تھا جس طرح مکہ کے فدائی مسلمانوں نے فیض پایا اور ایمان میں ترقی کی۔ لیکن ہجرت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کا سلسلہ شروع کیا ایک دوسرے کے بھائی بنائے تو انصار نے مہاجر

بھائیوں کے لئے حقوق العباد کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرتے ہوئے اپنی جائیدادوں میں سے نصف حصہ ان کو دے دیا۔ ہر چیز بانٹ کر کھانے لگ گئے اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر ہوا۔ قوت قدسی کا اثر ہوا تو اَسْلَمْنَا سے اٰمَنَّا کا ادراک پیدا ہوا۔

جنگ بدر میں انصاری سردار نے کیا خوبصورت جواب دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے مشورہ کر رہے تھے تو ہر دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے تھے کہ کس طرح جنگ لڑی جاتی ہے تو مہاجرین ہمیشہ کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ ہم حضور کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر یہی سوال دوہراتے جاتے تھے کہ مشورہ دو۔ اس پر ایک انصاری سردار نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور کا ارشاد یا اشارہ شاید ہماری طرف ہے آپؐ نے فرمایا ہاں تو انصاری سردار نے عرض کی کہ پھر ہمارا جواب یہ ہے کہ پہلا معاہدہ آپؐ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے آپ سے ہوا تھا اور وہ آپ کی حفاظت اس صورت میں کرنے کا تھا کہ اگر مدینے میں آپ پر دشمن حملہ کرے تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے اور مدینے سے باہر نکل کر حفاظت کی ذمہ داری ہم نہیں لے سکتے۔ لیکن اب آپ بدر کے میدان میں کھڑے ہیں۔ مدینہ سے باہر ہیں تو ہمارے سے ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس لئے میں پوچھ رہا ہوں تو انصار سردار نے عرض کیا کہ اس وقت جب یہ پہلا معاہدہ ہوا تھا ہم آپؐ کے پیارے وجود اور پیاری تعلیم سے پوری طرح واقف نہیں تھے اب حقیقت ہم پر مکمل طور پر کھل گئی ہے ہر طرح سے روشن ہو گئی ہے۔ اب اے اللہ کے رسول! اُس معاہدے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم موسیٰ کے ساتھیوں کی طرح یہ جواب اب نہیں دیں گے کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ تو اور تیرا رب جا کر دشمن سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ نہیں بلکہ ہمارا جواب بھی وہی ہے جو مہاجرین دے چکے ہیں کہ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور ہماری لاشوں کو روندے بغیر دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر آپ کہیں تو ہم لوگ سمندر میں بھی گھوڑے دوڑا دیں۔ عربوں میں کیونکہ ریگستان میں رہنے والے تھے سمندر کافی فاصلے پہ تھا پانی سے وہ لوگ ڈرتے تھے۔ اس کو جانتے نہیں تھے، ایک خوف تھا لیکن اس ایمان نے اتنی جرأت پیدا کر دی کہ آپ کہیں تو ہم سمندر میں بھی گھوڑے دوڑا دیں گے۔

تو یہ تھا وہ فدائیت کا نمونہ جو انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے فیض پانے کے بعد دکھایا پھر جنگ احد میں انصار کا نمونہ بھی دیکھیں کہ ایک انصاری جو قریب المرگ تھے۔ جب ان سے کسی نے پوچھا زخموں سے چُور تھے کہ رشتہ داروں کو پہنچانے کے لئے تمہاری آخری خواہش یا کوئی پیغام ہے؟ تو انہوں نے نہ اپنے بچوں کی فکر کا اظہار کیا۔ نہ اپنی بیوی کی فکر کا اظہار کیا۔ فکر تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہا کہ میرے رشتہ داروں کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ وہ تمہیں سلام کہتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تو مر رہا ہوں لیکن اپنے پیچھے تمہارے سپرد خدا تعالیٰ کی ایک مقدس امانت کر کے جا رہا ہوں۔ میں جب تک زندہ رہا اُس مقدس امانت کی حفاظت کرتا رہا اپنی جان کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اب میں تم سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر تمہیں

میرے آخری الفاظ کا پاس ہے تو اگر تمہیں اپنی جانوں کے نذرانے بھی دینے پڑیں تو اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں اور رشتہ داروں کو پیغام بھیجا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور آپ لوگ کبھی بھی اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کریں گے۔

تو یہ تھے ان ایمان میں سبقت لے جانے والوں کے نمونے۔ جب نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا اعلان کیا تو اپنا سب کچھ اللہ رسول اور اس کے دین پر نچھاور کر دیا۔ پس یہ نمونے ہیں جو آج آپ انصار اللہ کہلانے والوں نے دکھانے ہیں پس جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ انصار اللہ کے الفاظ پر غور کریں۔ اس عہد پر غور کریں جو آپ اپنے اجلاسوں میں اپنے اجتماعوں میں پڑھتے ہیں۔ آج آپ سے تلوار چلانے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا جنگ میں اپنے آپ کو جھونکنے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا توپوں میں اپنے آپ کو جھونکنے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا مطالبہ ہے تو یہ ہے کہ اللہ کے حقوق ادا کرو اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرو۔ اپنی عبادتوں کے وہ نمونے قائم کرو جو خدام کے لئے بھی مثال بن جائیں اور اطفال کے لئے بھی مثال بن جائیں۔ وہ تمہاری بیویوں کے لئے بھی مثال بن جائیں اور تمہاری بچیوں کے لئے بھی مثال بن جائیں۔ تمہاری مالی قربانیاں بھی ایسی ہوں جن کے نمونے سے دوسرے بھی فائدہ اُٹھائیں۔

پرسوں جمعہ کو جو میں نے یو۔ کے کی جماعتوں کا جائزہ پیش کیا تھا۔ اس جائزے کو آپ لوگوں کو جھنجوڑ دینا چاہیئے۔ عموماً اچھی کمائی کا وقت اور بہتر آمد کا وقت 40 سال سے 60 سال تک کی عمر کا ہوتا ہے۔ اپنے وعدوں کو دیکھیں اپنے عہدوں کو دیکھیں، اپنے اس عہد کو دیکھیں اور پھر اپنی قربانی کے معیاروں کو دیکھیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو تم نے اپنے رب یا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا وہی بچا ہے جو تم بچا کے چلے گئے ہو وہ تمہارے کسی کام کا نہیں۔ وہ تمہارا نہیں ہے لیکن اپنے پر خرچ کرنے کے لئے بھی حدیں مقرر ہیں۔ کہ اعتدال سے خرچ کرو۔ جائز خرچ کرو۔ جمعہ پر جو میں نے مالی جائزہ پیش کیا تھا اس میں پاکستانی احمدیوں کی قربانی سب سے زیادہ تھی۔ گزشتہ سال سے کل قربانی میں بھی ان کا سب سے زیادہ اضافہ تھا اور گزشتہ سال کی نسبت ان کا اضافہ بھی بہت زیادہ تھا۔ آپ لوگوں کی اس وقت اکثریت میرے سامنے بیٹھی ہے وہیں سے آئی ہوئی ہے کیا وجہ ہے کہ جب آپ وہاں ہوتے ہیں تو باوجود حالات خراب ہونے کے قربانیاں کرتے ہیں۔ یہاں آتے ہیں تو دوسری ضروریات کا خیال آجاتا ہے۔ پس اس طرف توجہ دیں آج آپ یہاں جو معیار قائم کریں گے اس وقت اس دور میں وہی اس جماعت کی مثال بن جائے گی۔ جتنے بلند معیاروں تک آپ آئندہ نسلوں کو لے جانا چاہتے ہیں انہیں بلند معیاروں کو آپ کو مدّنظر رکھتے ہوئے ٹارگٹ مقرر کرنے ہوں گے۔

پس آئندہ نسلوں کو ان قربانیوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے بھی آپ کو اپنی قربانیوں کے معیار بڑھانے ہوں گے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تحریک جدید میں شمولیت میں بھی بہت گنجائش ہے۔ اس طرف بھی بہت توجہ کی ضرورت ہے بعض جماعتوں میں نصف سے بھی زائد ایسے لوگ ہیں۔ جو تحریک جدید میں شامل نہیں ہوئے۔ اسی طرح وقف جدید میں بھی شاید ہو۔

تو انصار یہ ذمہ داری لیں کہ تعداد کو بڑھانے میں آپ نے اپنا ایک کردار ادا کرنا ہے۔ پہلے انصار اللہ اپنا جائزہ لیں

کہ وہ سو فیصد تحریکات میں شامل ہوں۔ پھر اپنے بیوی بچوں کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔ پھر نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا نعرہ لگانے کے بعد آپ کا ایک بہت بڑا کام ان قربانیوں کی طرف توجہ ہوگی پھر آپ کا ایک بہت بڑا کام جیسا کہ آپ کے عہد میں بھی ہے خلافت کی حفاظت کرنا ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی مکمل ادائیگی کرتے ہوئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں میں خلافت کی مکمل اطاعت کی روح پیدا کریں۔ اس جذبے کو بڑھائیں سطحی نظر سے نہ دیکھیں کہ مومنین کی جماعت سے انعام کا وعدہ ہے۔ ان الفاظ پر غور کریں کہ کن سے خلافت کا وعدہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی اس انعام کے جاری رہنے کا وعدہ ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ جاری رہے گا اور ضرور جاری رہے گا۔ لیکن اپنے معیار ایسے بلند کریں جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ ایک حقیقی مومن کا ہونا چاہیے تا کہ آپ بھی انہی لوگوں کی صف میں شامل رہیں۔ جن سے اس انعام کا وعدہ ہے۔ اپنے بچوں کی صرف دنیاوی تعلیم پر ہی نظر نہ رکھیں بلکہ ان کو گھروں میں بھی دینی ماحول مہیا کریں۔ اپنے بچوں کو (بیوت الذکر) کے ساتھ، نماز سینٹروں کے ساتھ جوڑ دیں۔ انہیں دین کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ انہیں قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دفعہ تو مائیں بچوں کو کسی طرح قرآن پڑھا دیتی ہیں یا کسی ذریعہ سے یا مدد لے کر پڑھا دیتی ہیں اور بچے کی آمین بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر نگرانی نہیں ہوتی۔ پھر نوجوانی میں قدم رکھنے کے بعد بچے باہر وقت گزارتے ہیں۔ اس وقت ماؤں کے ہاتھوں میں نہیں رہتے۔ تو ان سے بھی ایسے دوستانہ تعلقات رکھیں جب وہ گھر آئیں تو باہر کی باتیں آپ سے ڈسکس (Discuss) کریں۔ انہیں پھر اچھے اور برے کا فرق سمجھائیں۔ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے اس طرح کوشش کر کے جب آپ اپنی اگلی نسل کو سنبھال لیں گے تو ان مومنین میں شمار ہوں گے جن کے ساتھ خلافت کا وعدہ ہے پس اپنے نیک نمونے عبادتوں میں بھی قائم کریں کہ خلافت مشروط ہے عبادت گزاروں کے ساتھ اپنی مالی قربانیوں کی طرف بھی توجہ دیں کہ خلافت سے اس کا بھی گہرا تعلق ہے۔ اور اس زمانے میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو نظام وصیت کے ساتھ جوڑ کر مالی قربانیوں کے مزید تعلق کو واضح فرما دیا ہے۔ اور پھر جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحریک جدید کے بارے میں شروع میں کہا کہ یہ بھی نظام وصیت کے ارہاص کے طور پر ہے۔ جو نظام وصیت میں شامل نہیں ہو سکتے انہیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جو شامل ہیں ان کو ان قربانیوں میں حصہ لینے سے مزید توجہ پیدا ہوگی۔ تا کہ خلافت کی مضبوطی اور اشاعت (دین حق) کے لئے چھوٹے سے لے کر بڑے تک جماعت کا ہر ممبر ہر فرد شامل ہو سکے۔ اس لئے بڑوں چھوٹوں میں مالی قربانیوں کی روح پیدا کریں۔ یہ بڑوں اور انصار اللہ کا کام ہے کہ یہ روح پیدا کریں اور اطاعت رسول کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں۔ اور پھر اطاعت خلافت اور نظام جماعت کی پابندی کے خود بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور اپنی اولادوں میں بھی اور بیوی بچوں میں بھی اس معیار کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اطاعت اس نظام کو جاری رکھنے کے لئے انتہائی اہم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے۔ کہ خالص اطاعت ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اس روح اور اس جذبے کو سب کو اپنے اندر جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ غلبہ (دین حق) کے وعدے ہم اپنی زندگیوں میں پورے ہوتے ہوئے دیکھیں۔ آمین

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے

(مکرم عاطف شمیم صاحب دارالذکر لاہور)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس (اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت ہر آن آپ کے شامل حال ہو) نے منصب خلافت پر متمکن ہوتے ہی جماعت کو جو حکم دیا وہ یہ تھا کہ

" دعا کریں، دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں"

الحمدللہ کہ آخرین کے اس دور میں جماعت احمدیہ دعا اور اس کی اہمیت کو خوب سمجھتی ہے۔تاہم یاددہانی کی غرض سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں اس اہم مضمون کے بعض اہم نکات پیش ہیں۔

دعا کی حقیقت کیا ہے؟

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے۔وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔وہ ایک تندسیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے۔اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۲)

"دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق جاذبہ ہے۔یعنی پہلے خداتعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خداتعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خداتعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خداتعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلشانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں"

(برکات الدعا صفحہ ۹-۱۰)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی جان اور اس کا خلاصہ اور اس کی روح اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف دعا ہی ہے مگر دعا اس امر کا نام نہیں کہ انسان صرف منہ سے ایک بات کہہ دے اور سمجھ لے کہ دعا ہو گئی۔ دعا اللہ تعالیٰ کے حضور پگھل جانے کا نام ہے۔ دعا ایک موت اختیار کرنے کا نام ہے۔ دعا تذلل اور انکسار کا مجسم نمونہ بن جانے کا نام ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۱۶۰)

دعا کی اہمیت اور ضرورت

''یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دعا جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار اسباب ہیں (۱) ایک یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو۔ کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو (۳) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور معرفت زیادت پکڑے (۴) چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رویاء کے ساتھ وعدہ دیا جائے اور اسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرتے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا ثمرہ ہے'' (ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۲)

قرآن کریم نے انسانی پیدائش کی غرض ہی دراصل یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے اور اس کی عبادت کرے۔ معرفت کے بغیر انسان کس طرح اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو سکتا ہے۔ اس معرفت کو حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ دعا ہی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اعلیٰ ذریعہ خدا شناسی کا دعا ہی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور صفات کاملہ کی معرفت تامہ یقینیہ کاملہ صرف دعا سے ہی حاصل ہوتی ہے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ وہ امر جو ایک بجلی کی چمک کی طرح ایک دفعہ انسان کو تاریکی کے گڑھے سے کھینچ کر روشنی کی کھلی فضا میں لاتا اور خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے وہ دعا ہی ہے۔'' (ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۰)

قبولیت دعا کی شرائط

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (سورہ البقرہ آیت:۱۸۷)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي اگر میں نے کہا ہے کہ میں پکارنے کی پکار سنتا ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں ہر ایک پکار کو سن لیتا ہوں جس پکار کو میں سنتا ہوں اس کے لئے دو شرطیں ہیں اوّل میں اس کی پکار کو سنتا ہوں جو میری بھی سُنے (۲) میں اس کی پکار سنتا ہوں جسے مجھ پر یقین ہو۔ مجھ پر بدظنی نہ ہو۔ اگر دعا کرنے والے کو میری طاقتوں اور قوتوں پر یقین ہی نہیں تو میں اس کی پکار کو کیوں سنوں۔ پس قبولیت دعا کے لیے دو شرطیں ہیں جس دعا میں یہ دو شرطیں پائی جائیں گی وہی قبول ہوگی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں الداع فرمایا ہے جس کے معنی ہیں ایک خاص دعا کرنے والا۔ اور اس کے آگے وہ شرائط دیں جو الداع میں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ میری سنے اور مجھ پر یقین رکھے یعنی وہ دعا میرے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہو۔ جائز ہو نا جائز نہ ہو اخلاق کے مطابق ہو اگر کوئی شخص ایسی دعا کرے گا تو میں بھی اس کی دعاؤں کو سنوں گا'' (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۰۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ ہو۔'' (برکات الدعاء صفحہ ۱۴)

ایک جامع دعا

سورۃ فاتحہ ایک ایسی دعا ہے جو قرآن کریم کا خلاصہ ہے اور ایسے جامع مطالب پر مشتمل ہے کہ اس سے پہلے کسی الہامی کتاب میں ایسی دعا نہیں سکھائی گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ایک دوست نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ میں نماز میں اپنے بچوں کے لئے اپنے والدین کے لئے اور فلاں کے لئے اور فلاں کے لئے اپنی مالی مشکلات کے لئے اور اپنی فلاں باتوں کے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں، اس کا کیا طریق ہے، میں کس طرح دعا کروں۔ میں نے اس سے کہا تم نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہو۔ اس میں ایک آیت ہے ایاک نعبد اور ساتھ ہی ہے ایاک نستعین۔ اس مضمون کو آپ سمجھ لیں تو دنیا کا کوئی بھی امکانی پہلو نہیں ہے جس پر یہ دعا حاوی نہ ہو لیکن اس کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کے مفہوم کو نہ سمجھنا ایسے ہی ہے جیسے آپ ایک ایسی دولت کے مالک بن جائیں جس کے متعلق

آپ کو یہ علم نہ ہو کہ میرے پاس ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جس طرح بعض گھروں میں بعض خزانے دبے ہوتے ہیں۔ اب جن مکینوں کو پتہ ہی نہ ہو کہ ہمارے پاس خزانہ دبا ہوا ہے ان کو اس کا کیا فائدہ۔ جیسا خزانہ ہوا ویسا نہ ہوا۔ نماز کی دعاؤں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ نماز کی دعائیں اور خصوصاً سورۃ فاتحہ کی دعائیں ایک بہت بڑا خزانہ ہیں جن سے شعوری طور پر واقف ہونا چاہئے کہ یہ خزانہ ہے کیا۔ کس طرح اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے......

ایاک نستعین کی دعا کا حق دار انسان تب بنتا ہے جب وہ پہلے ایاک نعبد کا حق ادا کرے۔ اگر یہ بات ہی جھوٹی ہو کہ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں تو پھر ایاک نستعین کی دعا بھی جھوٹی ثابت ہوگی۔ ان دونوں کا آپس میں ایسا گہرا واسطہ ہے اور ان میں ایک ایسا گہرا ربط ہے اور ایسا پختہ تعلق ہے کہ ایک کی طاقت سے دوسری چیز طاقت پکڑتی ہے۔ اگر کوئی انسان عبادت واقعۃً خدا کی کرتا ہے اور کسی کی نہیں کرتا تو پھر وہ حقیقتاً غیر اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ایاک نستعین کی دعا کبھی ناکام ہو جائے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایسے انسان کی پکار سنی نہ جائے۔

(خطبات طاہر جلد اوّل صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵)

بعض دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں:

''کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لئے دعا کرتا ہے مگر وہ دعا اس کی اپنی ناواقفی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا تعالیٰ سے چاہتا ہے جو اس کے لئے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ردّ تو نہیں کرتا لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے مثلاً ایک زمیندار جس کو ہل چلانے کے لئے بیل کی ضرورت ہے وہ بادشاہ سے جاکر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اس کو دراصل بیل دینا مفید ہوگا اور وہ حکم دے دے کہ اس کو ایک بیل دے دو۔ وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے کہہ دے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی تو اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لئے یہی بہتر تھا۔ اس طرح پر اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کرے گی کہ اس کو آگ کے انگارے دے دے۔ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۵ ایڈیشن اوّل)

ہماری بقاء اور ترقی کا راز:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''آج میں اپنے دوستوں کو پھر اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری بقا ہماری ترقی اور ہماری کامیابی کا انحصار تدابیر پر نہیں بلکہ دعا اور محض دعا پر ہے عقل بھی اس نتیجہ پر پہنچتی ہے اور قرآن کریم کی تعلیم بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے.......... ہماری راہ میں بڑی مشکلات ہیں اگر ہم محض اپنی تدابیر پر بھروسہ کریں تو ہماری ناکامی یقینی ہے

.........الٰہی سلسلے کے بغیر کوئی کامیابی نہیں حاصل کر سکتے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ فرقان کے آخر میں فرماتا ہے۔
قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۚ (الفرقان:۷۸)اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسول تو کہہ دے کہ میرا رب تمہاری پرواہ کیا کرتا ہے اگر تمہاری طرف سے دعا نہ ہو''
(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ ۱۹۶)

دعا کی عظیم الشان تاثیرات

تاریخ عالم گواہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام انتہائی نامساعد حالات میں اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ ان کے پاس نہ دولت تھی اور اقتدار نہ ہی ایسے وسائل جو بالعموم کامیابی کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں مگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے مشن میں ناکام نہ رہا۔ ان کے پاس صرف ایک ہی ہتھیار تھا جو کہ دعا کا ہتھیار ہے سب نبیوں کے سردار ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ کا لایا ہوا عظیم الشان انقلاب دراصل دعا ہی کا نتیجہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔'' (برکات الدعا صفحہ ۱۰، ۱۱)

پھر فرمایا:۔

''اور میں اپنے ذاتی تجربے سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے۔'' (برکات الدعا صفحہ ۱۱)

''دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلّی ہے.........غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔''
(لیکچر سیالکوٹ صفحہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور جماعتی ترقیات کی خاطر اور اس کی رضاء کے حصول کے لئے پوری دلسوزی کے ساتھ مقبول دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

آخری تین سورتوں کی دعائیہ تفسیر

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

مرسلہ: مکرم محمود مجیب اصغر صاحب

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخری تین سورتوں کی دعائیہ تفسیر ۱۹۶۰ء میں بیان فرمائی جسے نظر ثانی کے بعد ۱۲ جولائی ۱۹۶۶ء کے درس میں دوبارہ بیان فرمایا۔ اسے افادہ عام کے لئے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

اے ہمارے اللہ اے ہمارے ربّ! تو ازلی ابدی خدا ہے۔ خالق و مالک اور حی و قیوم ہے۔ تو اپنی ذات میں اکیلا اور منفرد ہے ذات اور صفات میں تیرا کوئی ہمتا اور ہمسر نہیں۔ حقیقی محسن تو ہی ہے اور تو ہی سب تعریفوں کا حقیقی مستحق ہے۔ تو بلند درجات والا اور غیر محدود ہے۔ تیری غیر محدود نعمتیں تیری ان گنت مخلوق پر ہر آن اور ہر لحظہ جاری ہیں۔ تیرے قرب کے دروازے غیر محدود ہیں اور ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ کوئی مقام قرب ایسا نہیں جس کے آگے قرب کا کوئی اور مقام نہ ہو۔

اے صمد خدا تو کسی کا محتاج نہیں اور سب مخلوق تیری محتاج ہے۔ ہم بھی تیرے محتاج ہیں اور تیرے ہی سامنے اپنی ضرورتوں اور احتیاجوں کو پیش کرتے ہیں۔ اے لَمْ یُوْلَدْ خدا! تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تو نے اپنی صفات کسی کے ورثہ میں حاصل نہیں کیں اور نہ کوئی اوران صفات کو تجھ سے ورثہ میں حاصل کرے گا۔ کوئی ہستی اور کوئی وجود تیرا مماثل اور مشابہ نہیں اپنی ذات اور اپنی صفات میں تو یکتا ہے۔

اے ہمارے خدا! جو واحد و یگانہ ہے۔ اے ہمارے ربّ! جو ازلی اور ابدی ہے تو نے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کامل اور مکمل شریعت دے کر دنیا کی طرف بھیجا ہے۔ تو نے ہی آپؐ کو روحانی دنیا کے لئے سورج بنایا ہے۔ ہم تیرا واسطہ دے کر تجھ سے ہی یہ دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں اپنی اس روشنی کی سب برکتوں سے مالا مال کر۔ اے خدا روحانی علوم کے یہ دریا اور دینوی ترقیات کی یہ فروانی ہمیں خود پسندی کی طرف نہ لے جائے اور ہمیں عیش وعشرت میں نہ ڈبو دے۔ اے خدا ہم پر ایسا فضل کر کہ جس طرح تو اپنے سورج کو آہستہ آہستہ اور بتدریج نصف النہار تک لے جا رہا ہے ہم بھی تیری صفت ربوبیت کے ماتحت آہستہ آہستہ اور بتدریج روحانی کمالات تک پہنچتے رہیں۔ اے خالق خدا! خیر و برکات کے جو سامان تو نے پیدا کئے ہیں انسان اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے ان میں سے اپنے لئے کبھی شر کے سامان بھی پیدا کر لیتا ہے۔ اے خدا تو ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے فضل اور تیری رحمت سے ہر شر سے محفوظ رہیں۔ اے خالق و مالک خدا! دنیا والے آج دنیوی سہاروں اور دینوی سامانوں پر بھروسہ کر رہے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! تو ہماری پناہ بن جا۔ تو ہمارا ملجا ہو جا ہمارا بھروسہ تیرے سوا اور کسی پر نہیں۔ اے خدا تو نے اپنے قرآن میں نفع کی ہر بات اور ترقی کا ہر اصول رکھ دیا ہے۔ تو ہی ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآنی تعلیم کو کبھی نہ چھوڑیں تا ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں جہان ہمارے لئے جہنم بن جائیں۔

اے ہمارے ربّ! تیرا مسیح ثریا سے ہمارے لئے قرآنی علوم لے کر آیا اور تیرے خلیفہ اوّل نے ہمیں ان علوم کے سکھانے میں اپنی زندگی بسر کی۔ اے خدا تیرے ہزاروں ہزار صلوٰۃ اور سلام ہوں ان پر۔ اور اے خدا تیرے خلیفہ ثانی نے تجھ سے

الہام پا کر تیرے قرآن کے علوم کو سیکھا اور دن رات ایک کر کے اور اپنے آرام کی گھڑیوں کو قربان کر کے علوم قرآنی کے ان خزانوں سے ہماری جھولیاں بھریں اور ہمارے دل کو ان سے منور کیا۔ اے خدا اُن پر بھی تیرے ہزاروں ہزار صلوٰۃ اور سلام ہوں۔

اے محسن خدا! تو نے افراط اور تفریط کی دو پہاڑیوں کے درمیان (دین حق) جیسا خوبصورت میدان بنایا اے خدا ایسا کر کہ ہم (دین حق) کی تعلیم سے کبھی منحرف نہ ہوں۔ ہمارا قدم اس میدان سے کبھی باہر نہ نکلے۔ اے ہمارے ربّ! روحانی فیوض تو نے ہم پر موسلا دھار بارش کی طرح برسائے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہی روحانیت ہم میں کبر ونخوت کے جذبات پیدا کر کے ہمارے لئے ہلاکت کا باعث بن جائے۔ اے خدا تو نے آسمان سے دودھا تارا ہے۔ اے خدا ہمارے پیالے اس دودھ سے ہمیشہ بھرے ہی رہیں۔ اے ہمارے ربّ! اُن وعدوں کے مطابق جو تو نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے تو نے اپنی تقدیر کی تاروں کو ہلانا شروع کیا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ (دین حق) کی لائی ہوئی تعلیم ساری دنیا میں پھیل جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وسط آسمان میں سورج کی طرح چمک کر ساری دنیا کو منور کر دیں۔ اے خدا ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے۔ ہماری دستگیری فرما اور اس روشنی سے زیادہ سے زیادہ متمتع فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو جو تیری تعلیم کو پھیلانے کے لئے دنیا کے کونے کونے اور ملک ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اپنی رحمتوں سے نواز۔ ان کے تقوٰی میں برکت دے۔ ان کے قلموں اور ان کی زبانوں پر اپنے انوار نازل کر اور ان کی کوششوں کو دجال کے ہر دجل اور شر سے محفوظ رکھ۔ اے خدا ایسا کر کہ تیرے یہ کمزور بندے ہر فرد بشر کے دل میں تیری توحید کی میخ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑ دیں۔ اے خدا اپنے فضل سے تو ایسے سامان پیدا کر کہ یہ انوار جو تیری طرف سے بنی نوع انسان کی ترقیات کے لئے نازل ہوئے ہیں دنیا کی نظر سے کبھی اوجھل نہ ہوں اور تا ابد دنیا کے ہر گھر اور ان گھروں کے سب مکینوں کے دلوں سے .... کا نعرہ بلند ہوتا رہے۔ اے قدیر وحکیم جس طرح تو نے اپنے مسیح کے لئے چاند اور سورج کو گرہن لگایا ہے ایسا ہو کہ اسی طرح تمام مذاہب باطلہ کے نقلی سورجوں اور اور چاندوں کو بھی گرہن لگ جائے۔

اے ہمارے ربّ! تو ہمیں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مددگاروں میں سے بنا۔ اور اُن آفات اور عذابوں سے ہمیں ہمیشہ بچا جو آپ کے مخالفوں کے لئے مقدر ہو چکے ہیں اور شرک اور بدعت اور ظلم کی ہر قید و بند سے ہمیں ہمیشہ محفوظ رکھ۔ اے خدا ہمیں نیکی اور تقوٰی پر ہمیشہ قائم رکھ اور بد خصلت و وساوس پیدا کرنے والوں سے ہمیشہ پناہ دے تو ہمارا بیعت کا تعلق اور غلامی کا رشتہ جو ہم نے تیرے رسول تیرے مسیح اور تیرے خلفاء سے باندھا ہے وہ ہمیشہ مضبوطی سے قائم رہے۔

اے خدا ہمارے بیماروں کو شفا دے ہمارے کمزوروں کو طاقت بخش ہمارے غریبوں کو مالدار بنا ہمارے ضرورت مندوں کی ہر ضرورت کو پورا کر اور ہمارے جاہلوں کی جھولیاں دینی اور دنیوی علوم سے بھر دے۔

اے خدا ابتلاؤں میں ہمیں ثابت قدم رکھ اور کامیابیوں میں ہمیں مزاج کے منکسر اور طبیعت کے غریب بنا۔ اے خدا تیرے اور تیرے رسول کے خلاف نہایت مکروہ اور ناقابل برداشت لٹریچر شائع ہو رہا ہے ہمیں اور ہماری نسلوں کو اس فتنہ سے محفوظ رکھ اور اس کے خلاف قلمی اور لسانی جہاد کی ہمیں توفیق دے اور اس میں ہمیں کامیاب فرما۔ اے خدا ایسا نہ ہو کہ حاسدوں کی کوششیں ہمارے قومی شیرازہ کو بکھیر دیں اور ہم میں مرکزیت آ جائے۔ اے خدا حاسد اپنے حسد میں جلتے رہیں۔ ہمارا قومی شیرازہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے اور ہمارا مرکز تا ابد بنی نوع انسان کی بھلائی اور خدمت کا مرکز بنا رہے۔ .... اے ہمارے اللہ! اے ہمارے ربّ ہم تیرے ہی آستانہ پر جھکے ہیں تجھ پر ہی ہمارا توکل ہے تو ہی ہمارا سہارا ہے۔ ہمیں بے سہارا کبھی نہ چھوڑیو یا ربّ العالمین۔

(شائع شدہ الفضل یکم مئی 1960 نظر ثانی 12 جولائی 1966ء)

○

دل دیا ہے تو اب اتنا کر دے
اس کو کچھ اور کشادہ کر دے

بھر نہ جائے کہیں سہلانے سے
زخم کو اور بھی گہرا کر دے

کہیں ایسا نہ ہو میرا سایہ
تیری تصویر کو دھندلا کر دے

پھر پسِ پردۂ گردِ ایّام
کوئی لمحہ نہ اشارہ کر دے

مَیں ہوں شرمندۂ خوابِ غفلت
مر چکا ہوں ، مجھے زندہ کر دے

بھول جائے نہ مرا نام مجھے
اس کو الزام پہ کندہ کر دے

فرطِ حیرت سے کہیں آئینہ
تیری صورت کو نہ سجدہ کر دے

چڑھ بھی اے آنکھ کے سچّے سورج !
اب تو پلکوں پہ اُجالا کر دے

مل نہ جائے کہیں آوازوں میں
میری آواز کو رُسوا کر دے

مجھ کو ڈر ہے کہ یہ میرا آنسو
تیرے دامن کو نہ میلا کر دے

مَیں تجھے دل تو دکھا دوں مضطرؔ!
تو اگر اس کا نہ چرچا کر دے

(مکرم چوہدری محمد علی صاحب)

حضرت مرزا عبدالحق صاحب بھی چل بسے

مکرم صفدر حسین وڑائچ صاحب

خاکسار آج ایک بہت ہی پیاری ہستی حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے بارہ میں چند یادیں اپنے ذاتی تعلق کے حوالہ سے لکھ رہا ہے۔ یوں تو ان گنت واقعات ہیں اور ہر واقعہ ہی بڑا ایمان افروز ہے مگر خاکسار آج صرف اپنے ذاتی واقعات لکھ رہا ہے۔

میرا آبائی گاؤں رجوعہ تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین ہے۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تیس کے لگ بھگ رفقاء ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک حضرت چوہدری بڈھے خان صاحب بھی تھے جو خاکسار کے پردادا ہیں۔

خاکسار اپنی ملازمت کے سلسلہ میں مئی ۱۹۸۶ء میں سرگودھا آیا تو مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب اور مکرم محمود احمد صاحب بنگالی صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اُس وقت کے قائد خدام الاحمدیہ ضلع مکرم چوہدری خادم حسین وڑائچ صاحب سے میرا تعارف کروایا۔ جنھوں نے مجھے ضلعی مجلس عاملہ میں شامل کرلیا۔ اس طرح ان کے ذریعہ خاکسار کا حضرت مرزا عبدالحق صاحب سے تعارف ہوا اور پھر آپ سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جو آپ کی وفات تک جاری رہا۔ آج آپ کی یاد میں قلم پکڑتے ہی آنکھیں برسنے لگیں ہیں۔

حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے مجھے پہلی تحریک یہ فرمائی تھی کہ آپ داڑھی رکھ لیں خواہ چھوٹی ہو۔ فرمایا کہ اس طرح آپ کو اہم جماعتی میٹنگز میں ساتھ لے جایا جاسکتا ہے۔ اُس وقت مکرم چوہدری خادم حسین وڑائچ صاحب قائد خدام الاحمدیہ بھی وہیں موجود تھے۔ میں ابھی آپ کی تحریک پر سوچ ہی رہا تھا کہ اتنی بزرگ ہستی نے تحریک فرمائی ہے تو داڑھی رکھ ہی لی جائے۔ اس دوران شیو بھی نہیں کروائی تھی تو تیسرے دن پھر ہم دونوں حضرت امیر صاحب کے پاس اکٹھے ہوگئے۔ مکرم خادم صاحب نے حضرت امیر صاحب سے کہہ دیا کہ صفدر وڑائچ نے آپ کی تحریک پر داڑھی رکھ لی ہے۔ آپ نے بڑے پیار سے میرے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا مبارک ہو ماشاءاللہ اچھی لگتی ہے اب تو نہ کی گنجائش ہی نہ رہی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے داڑھی رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمدللہ

۸۸۔۱۹۸۷ء میں مکرم محمود احمد بنگالی صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے مجھے قائد خدام الاحمدیہ ضلع مقرر فرمایا۔ یہ شدید مخالفتوں کا دور تھا۔ مکرم چوہدری خادم حسین صاحب نے قائد ضلع کا چارج مجھے سمجھاتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ ہر روز ایک دفعہ حضرت مرزا عبدالحق صاحب، مکرم قریشی محمود الحسن صاحب، مکرم چوہدری نصر اللہ خان بھلی صاحب نائب امیر ضلع سے ملنا اور کچہری جانا تمہارے فرائض میں شامل ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب سے شروع میں ہر روز رابطہ رہتا۔ جب ملنے جایا کرتا تو حضرت مرزا صاحب خود آکر برآمدہ میں ملتے اور پھر اسی طرح الوداع کرتے اور بڑی خوشی محسوس کرتے۔ پوری بات سنتے اور تفصیلی ہدایات دیتے۔

خاکسار نے ایک دفعہ دعوت الی اللہ کی رپورٹ پیش کی تو اس میں لجنہ شہر کی رپورٹ شامل نہ تھی۔ آپ نے اپنی پیاری بیٹی مکرمہ باجی منصورہ صاحبہ جو صدر لجنہ شہر تھیں کو بلایا اور فرمایا آپ شہر کی رپورٹ نہیں دیں گی تو جماعت کی رپورٹ لیٹ ہو جائے گی اور میں آپکی رپورٹ کر دوں گا۔ پہلے رپورٹ دیں پھر کوئی اور کام کریں۔ یہ تھی دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی ہدایت۔ اس کے بعد جب تک باجی منصورہ صاحبہ صدر لجنہ شہر رہیں کبھی دعوت الی اللہ کی رپورٹ لیٹ نہیں ہوئی۔

خاکسار کی شادی ہوئے سات سال ہو گئے تھے مگر اولاد نہ تھی۔ خاکسار دعا کی تحریک کیا کرتا تو مجھے حضور انور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی ہدایت فرماتے اور کہتے میں بھی دعا کروں گا۔ ۱۹۸۷ء میں ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجلس عاملہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ میں حضرت امیر صاحب کی بائیں جانب بیٹھا کارروائی لکھ رہا ہوں جبکہ مکرم چوہدری نصر اللہ بھلی صاحب جو کہ اُس وقت قائد علاقہ سرگودھا نائب امیر ضلع تھے دائیں طرف بیٹھے عاملہ میں ڈاک پیش فرما رہے ہیں۔ مکرم خان صاحب کی داڑھی اُس وقت سیاہ تھی مگر خواب میں سفید دیکھی۔ آپ اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی بلند کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ صفدر وڑائچ کو اولاد کی نعمت سے نوازے گا اور پھر حضرت مرزا صاحب کا دایاں ہاتھ پکڑ کر بلند کرتے ہوئے تین دفعہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ مرزا عبد الحق صاحب گواہ رہنا۔ خاکسار کی آنکھ کھلی تو رات پونے تین بجے تھے۔ اُسی وقت دعا کی توفیق ملی۔ صبح ناشتہ پر اپنی بیوی کو خواب سنائی پھر حضرت مرزا عبد الحق صاحب کے پاس چلا گیا۔ اُنہیں خواب سنائی۔ آپ بڑی خاموشی سے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور میرے پیچھے کھڑے ہو کر فرمایا منہ کھولو۔ میں نے منہ کھولا تو انھوں نے اس میں کوئی چیز ڈال دی اور میرے سامنے والی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ فرمانے لگے ہاں اس کا ذائقہ کیسا ہے میں نے کہا بہت میٹھا۔ فرمایا اس خواب کی تعبیر بھی بہت میٹھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں پوری فرمائے آمین۔ پھر یہ خواب بھلی صاحب کو بھی سنائی تو وہ مسکرا کر فرمانے لگے کہ شاید اُس وقت پوری ہوئی ہو جب داڑھی سفید ہو گئی ہو اور واقعتاً ایسا ہی ہوا۔

مارچ ۱۹۸۹ء جشن تشکر کے موقع پر خاکسار ضلع بھر کی جماعتوں کی رپورٹ حاصل کرنے والی کمیٹی کا صدر مقرر ہوا تھا۔ ۲۳ مارچ کو خاکسار اور عزیزم الطاف احمد صاحب بیت الاحمد یہ نیو سول لائن سے پروگراموں کی نگرانی کا جائزہ لے کر نکلے تو بعض افراد نے ہم پر حملہ کر دیا۔ ہمیں مارا پیٹا گیا اور سٹی تھانہ میں بند کروا دیا۔ میرے دائیں ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک شریف قیدی نے میرے ہاتھ کو بوسا دیا اور کہنے لگا کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ آپ کا مذہب صحیح ہے کہ نہیں مگر آپ کا خون اپنے دین کی خاطر بہہ رہا ہے۔ یہ خون بڑا مبارک ہے۔ تھانہ میں مولوی جوق در جوق آتے اور ہمیں کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کرتے۔ تھانہ میں ہی حضرت مرزا صاحب کا فون آیا اور مجھے بلا کر حوصلہ افزائی فرمائی اور بڑی دعائیں دیں۔ مکرم شیخ نعیم احمد صاحب قائد شہر ہمارے لئے کھانا اور پھل وغیرہ مکرم امیر صاحب کی ہدایت پر لے آتے۔ رات ۱۲ بجے امیر صاحب کی دعاؤں کے نتیجہ میں تھانہ والوں نے ہمیں رہا کر دیا۔

۹۲-۱۰-۱۴ کو مجھ پر ایک قاتلانہ حملہ ہوا۔ میں زندگی اور موت کی کشمکش میں آپریشن تھیٹر میں پڑا تھا۔ اپنے پیارے خدا سے اس انداز میں دعا کر رہا تھا کہ اے میرے اللہ میں بڑا کمزور حقیر انسان ہوں۔ بے اولاد ہوں اور اپنے والد صاحب کی وفات کی وجہ سے اپنے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کا سربراہ بھی ہوں۔ قائد خدام الاحمدیہ ضلع وعلاقہ اور سیکرٹری دعوت الی اللہ ضلع کی ذمہ داریاں بھی مجھ پر ہیں۔ میں یہ سب ذمہ داریاں پوری طرح ادا نہیں کر سکا۔ مجھے معاف فرما اور میرے وجود کو ایسے دھو دے جیسے دھوبی کپڑا دھوتا ہے۔ اسی کیفیت میں آنکھ لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرزا عبدالحق صاحب آتے ہیں میرے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے مجھے تسلی دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے گا اور آپ پہلے کی طرح خدمت دین کے کام کریں گے میں نے آپ کے لئے حضور انور کی خدمت میں دعا کے لئے فیکس کر دی ہے۔ دوسرے دن میرا آپریشن ہوا۔ حضرت مرزا صاحب میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں ہوش میں آچکا تھا۔ میں نے رات والے نظارے کا ذکر کیا اور عرض کی کہ جب آپ مجھے تسلی دے گئے تو میں نے سمجھ لیا کہ میں خدا کے فضل سے زندہ رہوں گا۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا مجھے تو رات کو پتہ ہی نہیں چلا اگر مجھے رات کو اطلاع ہوتی تو میں اُسی وقت آتا۔

وہ پیارا وجود اپنی ٹھوڑی کے نیچے اپنی کھونڈی رکھے بنچ پر بیٹھے میری طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے ہوئے دعائیں کرتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ یہی کیفیت رہی۔ پندرہ دن سرگودھا ہسپتال میں رہنے کے بعد الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں بازوں کے علاج کے لئے گیا۔ وہاں ایک اور آپریشن ہوا۔ واپس گھر آیا تو دوسرے دن حضرت مرزا عبدالحق صاحب میری عیادت کے لئے میرے گھر تشریف لائے اور بڑی تسلی دی اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔ دوسرے دن آپ کا خط آیا جس میں آپ نے لکھا تھا کہ قاتلانہ حملہ کے ملزم کو معاف کر دیا جائے۔ خاکسار بازوؤں کی تکلیف میں مبتلا تھا۔ خط کا جواب اُسی تکلیف میں لکھوادیا۔ جس میں یہ سخت فقرہ بھی تھا کہ اگر آپ کے بیٹے کو فائر لگے ہوتے تو پھر پتہ چلتا کہ اتنا جلدی کیسے معاف کیا جاتا ہے۔ دوسرے دن حضرت امیر صاحب تشریف لائے تو میں اپنی اس احمقانہ حرکت کی وجہ سے سخت نادم تھا۔ آپ نے آتے ہی بڑا پیار کیا اور فرمایا کہ آپ نے کیسے محسوس کر لیا ہے کہ آپ سے زیادہ میں اپنے بیٹوں کو اہمیت دیتا ہوں۔ آپ مجھے نثار صاحب سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ یہ تھے ہمارے وہ بزرگ امیر جو اپنی اولاد سے بھی زیادہ اپنے ساتھیوں سے پیار کرتے تھے۔ اور پھر فرمایا اپنی پسند کے وکیل بتاؤ ہم اس مقدمہ میں وہی کریں گے۔ چنانچہ میں نے جن وکلاء کو تجویز کیا وہی وکیل مقرر ہوئے۔

انفرادی ملاقاتیں تو آخری دم تک ہر دوسرے تیسرے دن لازماً ہو جایا کرتیں تھیں مگر امیر صاحب سے ایک اجتماعی ملاقات کی صورت ہفتہ وار اجلاس بھی ہوتا تھا جس کا ہفتہ بھر انتظار رہتا۔ ساری عاملہ اپنے امیر کی باتیں سننے اور ہدایات لینے کے لئے بے تاب رہتی۔ عاملہ کا ہر رکن آپ کے ایک ایک اشارے کو حکم سمجھتے ہوئے تعمیل کی پوری کوشش میں

رہتا۔خاکسار کی بیماری کے دوران مجھے ہدایت فرمائی کہ عاملہ کے اجلاس میں آجایا کریں میں گاڑی بھجوادیا کروں گا۔ چنانچہ گاڑی آتی اور میں ہفتہ وار اجلاس میں چلا جاتا۔ یہ سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا۔ایک دفعہ عاملہ کے اجلاس میں فرمایا کہ باقی دوزخمی ہونے والے دوست رانا محمد اشرف صاحب اور برادرم ارشد محمود صاحب تو معافی کے لئے رضامند ہیں مگر صفدر وڑائچ معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں نے اب حضور کو رپورٹ کردینی ہے۔ میں نے دل میں سوچا ایک تو گولیاں کھائی ہیں اوپر سے مرزا صاحب دباؤ ڈال رہے ہیں لیکن خاموش رہا۔اجلاس کے بعد جب گھر آیا تو اپنا محاسبہ کیا اور ساری رات یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھے معاف فرما اور بچالے۔ یہی دعا ایک لمحہ سوئے بغیر کرتا رہا۔صبح نماز کے بعد تلاوت کے لئے بیٹھا تو گھنٹی کی آواز آئی۔ گیٹ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرزا عبدالحق صاحب گاڑی سے باہر نکل رہے ہیں۔ مجھے فرمانے لگے رات کو عاملہ میں سخت بات ہوگئی تھی اُس کی معذرت کے لئے آیا ہوں۔ خاکسار اپنے پیارے امیر سے لپٹ گیا۔آپ فرمانے لگے آج آپ کے گھر سے ایک کیلا ایک انڈا اور ایک کپ دودھ بھی پیئوں گا۔ یہ زائد مہربانی اور پیار کا اظہار تھا جو میرے جیسے کمزور انسان پر کیا گیا۔پھر ایک گھنٹہ تک بیٹھے رہے۔

ایک دن خاکسار اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا کہ اچانک برادرم ملک اظہر محمود صاحب آئے اور حضرت مرزا عبدالحق صاحب کا پیغام دیا کہ امیر صاحب نے فرمایا ہے کہ کوٹ مومن میں ایک واقعہ ہوگیا ہے۔تم جاؤ اور وہاں انتظامیہ سے بات چیت کرو۔ واقعہ یہ تھا کہ کوٹ مومن کے ایک احمدی بزرگ کی وفات ہوئی اور اُنہیں قبرستان میں دفنادیا گیا۔مخالفین نے شور مچایا اور انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ مردہ نکالا جائے۔اس پر انتظامیہ نے ہمارے چھ آدمی گرفتار کر لیے اور لاش نکالنے کی ہدایت کی۔اس سلسلہ میں مَیں نے انتظامیہ سے بات کرنی تھی۔حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں خاکسار نے بذریعہ فون تجویز دی کہ خاکسار کی بجائے مکرم نصراللہ خان بھلی صاحب ایڈووکیٹ کا جانا مناسب ہوگا۔مکرم امیر صاحب نے فرمایا نہیں آج میں آپ کو وکیل بنا رہا ہوں جاؤ میں دعاؤں سے مدد کروں گا۔ چنانچہ خاکسار اور ملک اظہر صاحب بذریعہ موٹر سائیکل روانہ ہوگئے۔ پہلے احمدی گھروں میں جاکر اُنہیں تسلی دی اور پھر تھانہ کوٹ مومن میں حاضر ہوئے۔وہاں انتظامیہ سے بات کرنے سے پہلے بذریعہ فون امیر صاحب سے رابطہ کیا تو اُنہوں نے فرمایا بلا جھجک اپنا موقف بیان کرو میں دعا کر رہا ہوں۔کاش اُس بات چیت کو قلم بند کرنا میرے بس میں ہو۔خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ انتہائی ایمان افروز تھی مختلف نشستیں رات ڈھائی بجے تک جاری رہیں۔ڈھائی بجے انتظامیہ سے ہم ڈھائی کنال قبرستان مع پینتالیس ہزار کی گرانٹ منظور کروانے میں کامیاب ہوگئے یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہر نشست کی رپورٹ امیر صاحب کو دی جاتی رہی۔وہ پیارا وجود ہمارا منتظر بیٹھا اور دعائیں کرتا رہا۔دوسرے دن صبح آپ کے پاس جا کر جب رپورٹ پیش کی تو حوصلہ افزائی کے لیے مجھے فرمانے لگے کہ آپ نے ایسا کام کیا ہے جو وکیل بھی نہیں کر سکتے۔ یہ تھے پیار بھرے دلاسے

جو ہمارے بزرگ امیر ہمیں دیا کرتے آپ کا وجود ہمارے دلوں پر حکومت کرتا تھا۔

۱۹۹۶ء میں نے اپنی بیوی کی بیماری کے باعث اور حصول اولاد کے لئے میں نے دوسری شادی کی اس میں سے اللہ تعالیٰ نے ۹ مئی ۹۷ء یکم محرم بروز جمعۃ المبارک بیٹا عطا فرمایا۔ بچے کی پیدائش سے قبل امیر صاحب کو مطلع کیا کہ آج ولادت متوقع ہے۔ آپ نے تین دفعہ مجھے فون کر کے پوچھا کہ کیا صورت حال ہے میں دعا کر رہا ہوں شام پونے سات بجے بچے کی پیدائش کی اطلاع کی تو بہت خوش ہوئے بڑی دعائیں دیں جب بچے کو دیکھنے آئے تو قیمتی تحائف دے گئے پہلی دفعہ ہمارے نئے گھر میں تشریف لائے تو ایک کرسی پر بیٹھ گئے جو آپ کے لئے رکھی گئی تھی۔ خاکسار اپنی والدہ محترمہ بیوی اور بچے کے ساتھ نیچے دری پر بیٹھ گیا۔ بچے کو اپنی گود میں لیا اور بڑی لمبی دعا کروائی فرمایا کہ جب میں سرگودھا ہجرت کر کے آیا تھا تو میں نے کوٹھی میں موجود سارا سامان گورنمنٹ کے بیت المال میں جمع کروا دیا اور خود فرش پر دری بچھا کر مع فیملی کئی ماہ تک گزارہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز مہیا فرما دی آپ کے گھر میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی اشیاء موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے گھر کو بھر دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مجلس عاملہ میں تلاوت قرآن پاک کے سلسلہ میں کوئی بات ہوتو ایسے انداز میں خطاب فرماتے جیسے ایک عجیب قسم کے روحانی ماحول میں اتر کر بیان کر رہے ہوں۔ یہ سب کچھ قلم بند کرنا خاکسار کے بس کی بات ہی نہیں۔ وہ پیارا وجود جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز، قرآن۔ رسول پاک ﷺ، حضرت امام مہدی علیہ السلام اور خلافت احمدیہ کا عاشق تھا ہم سے جدا ہو گیا۔ ایک دفعہ قادیان کے جلسہ میں شمولیت کا ارادہ تھا دعا کے لئے حاضر ہوا تو مجھے فرمایا کاغذ پکڑو فلاں کو فلاں سے ضرب دو کئی ضربیں دلوا کر پوچھا کیا جواب آیا ہے۔ میں نے بتایا ۱۴۸۶ تو فرمایا میں ۱۴۸۶ دفعہ قادیان گیا ہوں۔ یہ تھا مرکز سے تعلق جو مجھے اس انداز میں آپ نے بتایا۔ آپ کی جدائی کو سرگودھا کا ہر احمدی ایسے محسوس کر رہا ہے جیسے ہم سب کا حقیقی باپ وفات پا گیا ہو۔

مقدور میں ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے یہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

خاکسار کو ۲۱ سال آپ کے ساتھ خدمت دین کے کاموں میں شامل رہنے کا موقع ملا۔ آخری دفعہ ۲۴ اگست ۲۰۰۶ء کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو پوری ہمت سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ مجھے پیار سے تھپکیاں دیں اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور دعا کی کہ خدا تعالیٰ اور زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آپ پورے ہوش میں تھے بعض جماعتی اُمور کے متعلق بات کی اور ہدایات بھی دیں۔ بستر پر پڑے ہوئے بھی آپ اپنی ذمہ داریاں ادا فرماتے رہے۔

۲۶ / اگست ۲۰۰۶ء کو ساڑھے نو بجے کے قریب مجھے اطلاع ملی کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ فوراً آپ کے گھر پہنچا آپ کے معالج ڈاکٹر محمد محمود شیخ صاحب برآمدہ میں برستی آنکھوں کے ساتھ آپ کی وفات کی اطلاع فون کے ذریعہ کر رہے تھے۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب کی نعش مبارک کو جا کر ماتھے پر بوسا دیا۔ ایک چراغ بجھ چکا تھا۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو محض اپنے فضل سے جنت الفردوس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

تحریک جدید کی اہمیت

بانی تحریک جدید سیّدنا حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں

(از مکرم ملک منوّر احمد جاوید قائد اشاعت مجلس انصاراللہ پاکستان)

۱۔تحریک جدید کیا ہے: ”تمام لوگوں تک پہنچنے کے لئے ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے ہمیں روپے کی ضرورت ہے ہمیں عزم واستقلال کی ضرورت ہے ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیں اور ان ہی چیزوں کے مجموعے کا نام تحریک جدید ہے۔“ (روزنامہ الفضل جلد ۳۰ نمبر ۲۸۰)

۲۔تحریک جدید کو کیوں جاری کیا گیا: ”تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ ہمارے پاس ایسی رقم جمع ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی سے سہولت کے ساتھ پہنچایا جا سکے۔تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تاکہ کچھ افراد ایسے میسر آجائیں جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں تو اپنی عمریں اسی کام میں لگا دیں۔تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا تاکہ وہ عزم و استقلال ہماری جماعت میں پیدا ہو جو کام کرنے والی جماعتوں کے اندر پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ (خطبہ جمعہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۲ء الفضل جلد ۳۰ صفحہ ۲۸۰)

۳۔تحریک جدید میں شمولیت کیوں ضروری ہے: (الف) ”میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے میری اس تحریک پر آگے آئے گا اور وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اُس کا ایمان کھویا جائے گا۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ نومبر ۱۹۳۴ء)

(ب) ”کسی جماعت کو اس بات پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے کہ اس نے تحریک جدید میں حصہ لے لیا ہے بلکہ اُسے اس وقت تک اطمینان کا سانس نہیں لینا چاہیئے جب تک کہ اُس میں ساری جماعتیں حصہ نہ لیں۔“ (خطبہ جمعہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء)

۴۔تحریک جدید مستقل تحریک ہے: ”تحریک جدید کا کام اُن مستقل تحریکات میں سے ہے جس میں حصہ لینے والے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مستحق ہوں گے۔“ (خطبہ جمعہ ۱۸ نومبر ۱۹۳۸ء الفضل جلد ۲۶ نمبر ۲۷۱)

۵۔ تحریک جدید الٰہی تحریک ہے: ”میرے ذہن میں یہ تحریک بالکل نہیں تھی۔اچانک میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریک نازل ہوئی پس بغیر اس کے کہ میں کسی غلط بیانی کا ارتکاب کروں میں کہہ سکتا ہوں وہ تحریک جدید جو خدا نے جاری کی میرے ذہن میں یہ تحریک پہلے نہیں تھی۔میں بالکل خالی الذہن تھا۔بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم میرے دل پر نازل کی اور میں نے اِسے جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔پس یہ میری تحریک نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک ہے۔“
(خطبہ جمعہ ۲۷ نبوت ۱۳۲۱ھ ۱۹۴۲ء الفضل جلد ۳۰ نمبر ۲۸۰)

نیز فرمایا:۔

میں اللہ تعالیٰ پر اس تحریک کی تکمیل کو چھوڑتا ہوں کہ یہ کام اسی کا ہے اور میں صرف اس کا ایک حقیر خادم ہوں۔لفظ میرے ہیں لیکن حکم اسی کا ہے۔" (خطبہ جمعہ ۱۵/نومبر ۱۹۳۵ء)

۶۔تحریک جدید کے جملہ امور کی دُہرائی اور خطبہ جمعہ دیئے جانے کی تاکید: "میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ خیال ڈالا کہ تحریک جدید کے متعلق جو امور میں نے بیان کئے ہیں وہ جماعت کے سامنے اُس وقت تک کہ مشیت الٰہی ہمیں کامیاب کردے ہر چھٹے ماہ دوہرائے جانے چاہئیں"

(خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶/مئی ۱۹۳۵ء)

نیز فرمایا

"ہر مہینہ میں ایک خطبہ جمعہ تمام احمدیہ جماعتوں میں میری جدید تحریک کے متعلق پڑھا جائے اور اس میں جماعت کو قربانیوں پر آمادہ کرتے ہوئے اُن میں نیکی اور تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔" (خطبہ جمعہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۵ء)

نیز فرماتے ہیں۔

"جماعت کے عہدیداروں کا فرض ہے کہ وہ جمعہ یا اتوار کے دن یا ہفتہ میں کسی اور موقعہ پر میرا ہر خطبہ لوگوں کو سنایا کریں بلکہ جماعتوں کا اصل کام یہی ہونا چاہیے اور ہر جگہ کی جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ میرا خطبہ جمعہ تفصیلاً یا خلاصۃً لوگوں کو جمعہ یا اتوار کے دن سنا دیا کریں۔جس شخص کے سپرد خدا تعالیٰ جماعت کی اصلاح کا کام کرتا ہے اُسے طاقت بھی ایسی بخشتا ہے جو دلوں کو صاف کرنے والی ہوتی ہے اور جو اثر اس کے کلام میں ہوتا ہے وہ دوسرے کسی اور کے کلام میں نہیں ہوسکتا۔"

(الفضل جلد ۳۰ نمبر ۲۸۰)

۷۔تحریک جدید میں مدنظر امور: "دعوت الی اللہ اور تعلیم و تربیت دو نہایت ہی اہم کام ہیں اور ان ہی دونوں کاموں کو تحریک جدید میں مدنظر رکھا گیا ہے۔تعلیم و تربیت کو مدنظر رکھتے ہوئے سادہ غذا،سادہ لباس،خود ہاتھ سے کام کرنا،سینما کا ترک،غریبوں کی امداد،بورڈنگ تحریک جدید اور ورشہ وغیرہ کام تجویز کئے گئے ہیں۔اور یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ جن کو کسی وقت بھی ترک نہیں کیا جاسکتا۔

(خطبہ جمعہ ۱۸/نومبر ۳۸ء "الفضل" جلد ۲۶/۲۷۱)

۸۔تحریک جدید کے مطالبات کا خلاصہ: ان مطالبات کا خلاصہ چار باتیں ہیں۔

۱۔ اوّل جماعت کے افراد میں عملی زندگی پیدا کرنا خصوصاً نوجوانوں کے اندر بیداری اور عملی جوش پیدا کرنا۔

۲۔ دوسرے جماعتی کاموں کی بنیاد بجائے مالی بوجھ کے ذاتی قربانیوں پر زیادہ رکھنا۔

۳۔ تیسرے جماعت میں ایک ایسا فنڈ تحریک جدید کا قائم کردینا جس کے نتیجہ میں (دعوت الی اللہ) کے کام میں مالی پریشانیاں روک پیدا نہ کریں۔

۴۔ چوتھے جماعت کو (دعوت الی اللہ) کے کاموں کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ دلا دینا۔
(رپورٹ مجلس مشاورت اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۳)

نیز فرماتے ہیں:۔
''تحریک جدید کے تمام مطالبات اس لئے ہیں کہ تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بناؤ۔ کوئی انسان کسی عقل مند انسان کو بھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ پھر تم کس طرح خیال کر لیتے ہو کہ خدا کو دھوکہ دے لوگے؟ یہی وہ احساس ہے جس کے ماتحت میں نے تحریک جدید کا آغاز کیا۔'' (خطبہ جمعہ ۲۶ رنومبر ۱۹۳۷ء الفضل جلد ۲۵ نمبر ۲۸۳)

۹۔ جماعت احمدیہ کا فرض: ''آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے لئے یہ وقت بہت نازک ہے۔ ہر طرف سے مخالفت ہو رہی ہے اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سلسلہ کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا آپ لوگوں کا فرض ہے۔''
(خطبہ جمعہ ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء)

نیز فرماتے ہیں
''یہ باتیں ایسی ہیں کہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے اور کھاتے پیتے ہر وقت اور ہر لحہ اپنی بیویوں اپنے بچوں اپنے دوستوں اپنے عزیزوں اور اپنے رشتہ داروں کے کانوں میں ڈالنی چاہئیں اور انہیں ان باتوں پر راسخ اور مضبوط کرنا چاہیئے کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے اور خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعتیں مشکلات کے بغیر ترقی نہیں کرتیں۔ پس ان باتوں کو دہراؤ اور دوہراتے چلے جاؤ یہاں تک کہ یہ باتیں تمہارا وِرد اور وظیفہ بن جائیں اور اگر ایک چھوٹے بچے سے بھی سوال کیا جائے کہ احمدیت کی ترقی کا کیا ذریعہ ہے؟ تو وہ کہہ اُٹھے کہ ہم بغیر قربانی اور جان دینے کے ترقی نہیں کر سکتے اور میں اس کے لئے تیار ہوں۔ ایک عورت سے اگر پوچھا جاوے تو وہ بھی یہی جواب دے اور اگر ایک مرد سے پوچھا جائے تو وہ بھی یہی جواب دے۔ غرض ہر شخص کے ذہن میں یہ باتیں ڈالی جائیں اور اس کے ماتحت جماعت میں ایسا ماحول اور بیداری پیدا کی جائے کہ قربانیاں کرنا کوئی مشکل کام نہ رہے۔''
(تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مجلس مشاورت اپریل ۱۹۳۸ء۔ رپورٹ مشاورت ۱۲۸)

۱۰۔ عہدہ داران تحریک جدید: ''خدا تعالیٰ کے کام پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں سے وابستہ نہیں ہوتے اور نہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کسی جماعت سے یہ پوچھے گا کہ تمہارا پریذیڈنٹ یا سیکرٹری کیسا تھا بلکہ وہ افراد سے پوچھے گا کہ تم کیسے تھے۔ اگر کسی جگہ کا پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سُست ہوگا اور ان کی سُستی کی وجہ سے جماعت کے لوگ تحریک میں حصہ لینے سے محروم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ کہے گا کہ تم میں سے ہر شخص سیکرٹری اور پریذیڈنٹ تھا اور تمہارا فرض تھا کہ جب کوئی پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سستی میں مبتلا تھا تو تم خود اُس کی جگہ کام کرتے ...... کسی جماعت کو اس بات پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے کہ اس نے تحریک جدید میں حصہ لے لیا ہے بلکہ اُسے اس وقت تک اطمینان کا سانس نہیں لینا چاہیئے جب تک کہ اُس میں ساری جماعتیں حصہ نہ لیں۔'' (خطبہ جمعہ ۱۵ رجنوری ۱۹۳۷ء)

مغرب تیرا شکریہ

مکرمہ زاہدہ حنا صاحبہ کے کالم نرم گرم سے ایک انتخاب

دس برس پہلے کی بات ہے مارچ کے مہینے کی ایک شام تھی جب کراچی میں اس شخص کی ۷۰ ویں سالگرہ خاموشی سے منائی گئی جو اپنی زمین اور اپنے آسمان کے ہجر میں مبتلا تھا۔ دنیا کے اس ذی وقار شہری مایہ ناز سائنس داں اور دو درجن سے زیادہ اعلیٰ ترین بین الاقوامی اعزازات سے نوازے جانے والے شخص کی یادگیری کی محفل میں موجود ہونا میرے لئے اعزاز کی بات تھی۔ دوسروں کی طرح میں نے بھی اسے حرفوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ اور پھر ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء کو اس شخص کے ابدی نیند سونے کی خبر آ گئی۔ اس کی زندگی کا بیشتر حصہ پاکستان سے باہر گزرا وہ بار بار یہاں آیا لیکن ہر مرتبہ اسے واپس جانا پڑا۔ دنیا اس کی راہوں میں آنکھیں بچھاتی تھی لیکن ہم اس سے نگاہیں چراتے تھے۔ ہمیں تو نظری طبیعات میں اس کے مجوزہ اعلیٰ تحقیقی ادارے کی بھی ضرورت نہیں تھی جو آخر کار وہ شخص اٹلی کے شہر ٹرسٹے میں قائم کرنے پر مجبور رہا۔ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن اس کی کوششوں سے قائم ہوا۔ دنیا نے اسے ۲۷ سے زیادہ ایوارڈ، اعزازات اور انعامات دیئے۔ ان کے ساتھ ملنے والی رقوم کا تخمینہ کروڑوں ڈالر تک پہنچتا ہے۔ اس شخص نے یہ رقم اپنی ذات کی بجائے پاکستان اور تیسری دنیا کے ذہین اور ضرورت مند طلباء کی اعلیٰ تعلیم اور تحقیق پر خرچ کی۔ یہ اس شخص کا قصہ ہے جو شہنشاہ ایران کو دی جانے والی ضیافت میں ادھڑے ہوئے جوتے پہن کر چلا گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کے خیال میں نئے جوتے خریدنا فضول خرچی تھی۔ جھنگ کی مٹی کے مقدر میں عشق بلاخیز اور ابدی جدائی دونوں لکھ دیئے گئے ہیں تب ہی جھنگ کی ہیر ہو یا اس کے صدیوں بعد پیدا ہونے والا عبدالسلام دونوں ہی بیمارِ عشق رہے۔ اپنے وطن سے ہیر جیسا عشق ہمارے یہاں کس نے کیا ہے اور اس سے ایسی جدائی بھلا کس کا مقدر ہوئی ہے۔

لوگوں نے لکھا ہے کہ عالمی شہرت یافتہ لوگوں کے ہجوم میں وہ اپنی دھرتی کو یاد کرتے ہوئے ہچکیوں سے روتے تھے لیکن ان کی آہ بے اثر تھی ان کا نالہ نارسا تھا۔ انھوں نے آخری سانس ایک ایسی سرزمین پر لی جو ان کی اپنی نہ تھی اور ایک ایسے آسمان کے نیچے آنکھیں موندیں جو غیروں کا تھا۔ نظری طبیعات میں نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام اس جہان سے جاتے جاتے بھی حکومت پاکستان کو ایک عذاب میں گرفتار کر گئے۔ وہ جنہوں نے انہیں پاکستان میں سکون سے رہنے بسنے نہیں دیا تھا، وہ بین الاقوامی برادری کے سامنے شرما حضوری میں ہی سہی ان کا تابوت وصول کرنے مجبور ہوئے۔

پھران کے لوح مزار کو کیوں اور کس کے حکم سے کھرچا گیا- میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتی لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے سانحے پر اس کی روح نے بھی غالب کی طرح غرقِ دریا ہونے کی آرزو کی ہوگی- ۱۹۷۹ء میں طبیعات کا انعام لینے والے پاکستان اور عالمِ اسلام کے واحد شہری ڈاکٹر عبد السلام کے ساتھ ہم نے وہی کچھ کیا جو سینکڑوں برس سے اپنے عالموں، دانشوروں اور فلسفیوں کے ساتھ کرتے آئے ہیں- ہمارا حافظہ اتنا کمزور ہے کہ کل اپنے جن خرد افروز اور علم دوست مفکروں، دانشوروں اور فلسفیوں پر ہم نے کفر والحاد کے فتوے لگائے تھے جن پر زیست حرام کر دی تھی آج ہم ان ہی کے ناموں کے آگے رحمۃ اللہ علیہ اور ان میں سے بعض کے نام سے پہلے ''امام'' لکھتے ہیں- ہم بھول چکے ہیں کہ ابن حزم کا مدرسہ اور کتب خانہ ہم نے جلایا، اشبیلیہ میں اس کی تحریریں سر بازار نذر آتش کی گئیں۔ کبھی اسے جلاوطن کیا کبھی قید و بند کی صعوبتوں سے گزارا۔ آج وہ ہمارے لئے ایک محترم نام ہے۔ ہم کسی کو یہ نہیں بتاتے کہ ہم نے ابن تیمیہ کی کتابیں نذر آتش کیں۔ اسے قید کیا اور جب اس پر بھی بس نہ چلا تو قید کے دوران اس سے تصنیف و تالیف کی آزادی سلب کر لی۔ اس کی کتابیں اور مسودے ضبط کر لیے۔ آج ہم اسے ''امام'' لکھتے نہیں تھکتے اور تاریخ کا یہ سچ چھپاتے ہیں کہ کاغذ اور قلم سے محروم ہونے والے ابن تیمیہ نے اپنے قید خانے کی دیواروں پر ناخنوں سے کھرچ کر کیا جملہ لکھا تھا- ہم نے تو ابن تیمیہ کے شاگرد ابن القیم کو بھی معاف نہیں کیا اسے بندی خانے میں رکھا۔ اونٹ پر بیٹھا کر شہر بھر میں یوں پھرایا جیسے وہ کوئی مجرم ہو- اس کی کتابیں جلائیں۔ مسلم دنیا کا آخری نادرِ روزگار اور عظیم ہیئت داں عالم اور فلسفی ابن رشد، جو اپنے خیالات و افکار کے سبب ذلیل و رسوا ہوا، جسے مسجد قرطبہ کی سیڑھیوں پر نمازیوں کے جوتے صاف کرنے کی سزا دی گئی، جسے جلاوطن کیا گیا۔ جس کی کتابیں قرطبہ کے چوک پر الاؤ میں جھونکی گئیں- آج اسی ابن رشد کے حوالے سے ہم یورپ میں نشاۃ ثانیہ کا سہرا اپنے سر باندھتے ہیں اور فخر سے یہ کہتے ہیں کہ راجر بیکن نے ۱۲۳۰ میں ابن رشد کی کتابوں کے لاطینی ترجمے کو یورپ کی علمی تاریخ کا ایک عظیم واقعہ قرار دیا تھا-

عالم اسلام میں علم پروری اور عقل دوستی کا زوال ابن الہیثم اور البیرونی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا اور یہ عمل بارہویں صدی کے آخری برسوں میں ابن رشد کی ذلت آمیز جلاوطنی کے ساتھ مکمل ہوا۔ اس عظیم سانحے کو آٹھ سو برس گزر چکے لیکن پستیوں میں مسلسل اترتے رہنے، یورپی استعمار کی نوآبادیات بن جانے اور نام نہاد سیاسی آزادی کے بعد مغرب کی اقتصادی غلامی میں آنے کے باوجود سائنس اور ٹیکنالوجی کے باب میں، ایک روشن خیال اور وسیع المشرب سماج کی تعمیر کے سلسلے میں ہمارے رویے آج بھی دسویں گیارہویں اور بارہوں صدی عیسوی سے آگے نہیں بڑھے-

ابن رُشد کو ہسپانیہ کے یہودیوں نے سینے سے لگایا اور اس کے خیالات و افکار یورپ کی علمی اور سائنسی ترقی

کا نقطۂ آغاز بنے۔ اور ہم آج آٹھ سو برس بعد بھی اتنے بد بخت ہیں کہ ہم نے اپنے ایک نابغۂ روزگار کے لئے اس کے اپنے ملک میں عرصہ حیات اس پر تنگ کر دیا۔ دیارِ غیر میں جلاوطنی کی گزارنے والے ڈاکٹر عبدالسلام سے مغرب و مشرق کی ذہانتیں استفادہ کرتی تھیں۔ لیکن اس نوبل انعام یافتہ سائنسدان نے جب جب اپنے ملک کا رخ کیا تو برسرِ اقتدار خواتین و حضرات نے اسے ملاقات کا وقت نہیں دیا۔ معمولی سرکاری اہل کاروں نے سائنس کی ترقی کے لئے اس کی بیش قیمت تجاویز اور تعاون کے معاملات کو سرد خانے میں ڈال دیا۔ کراچی یونیورسٹی نے جب اسے اپنے یہاں مدعو کیا تو انتہا پسندوں نے اس کی آمد کو کفر و اسلام کی جنگ میں تبدیل کر دیا۔ آج ہم تباہی و بربادی کی جس دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں اس کا بنیادی سبب ہماری علم دشمنی، جہل دوستی اور اپنے علماء و فضلا کی توہین و تذلیل ہے۔ ہم اپنی ذہانتوں کو دیس نکالا دیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ہم تفکر اور تدبر کے سوتوں پر پہرے بٹھا دیتے ہیں۔ ہم اپنی دانش گاہوں میں ذہانتوں کو پنپنے نہیں دیتے اور انہیں کبھی ملحد، کبھی کافر اور کبھی بے راہ رو قرار دے کر مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ دیارِ غیر کا رخ کریں اور ان کی ذہانتیں یورپ و امریکا میں گل و گلزار کھلائیں۔

ہم جس تیزی سے زوال اور ذلت آمیز غلامی کی طرف جا رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سیاسی رہنما اور ہمارے دانشور منافقت میں مبتلا ہیں۔ کسی بھی قوم کی رہنمائی اس کے سیاستدان، مدبر، مفکر اور دانشور کرتے ہیں اور جب یہی طبقہ مصلحت و منافقت کا شکار ہو جائے تو قوم کا وہی حشر ہوتا ہے جو ہمارا ہے۔ آج ہم میں سے کتنے ہیں جو اٹھ کر با آوازِ بلند یہ کہہ سکیں کہ یہ وہ پاکستان نہیں ہے جس کا وعدہ برصغیر کے مسلمانوں سے کیا گیا تھا۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ یہاں کے عوام ہر مرتبہ تنگ نظر رہنماؤں کو مسترد کرتے ہیں اور جمہوریت پسندی اور روشن خیالی کے دعویدار سیاستدانوں کو حقِ حکمرانی سونپتے ہیں لیکن ایسی ہر جماعت اقتدار میں آنے کے بعد منافقت اور سیاسی مصلحت پسندی سے کام لیتے ہوئے سول اور فوجی نوکر شاہی، جاگیردار اشرافیا اور کٹھ ملاؤں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہے۔

ابن تیمیہ کو قید خانے میں ڈالا گیا اسے کاغذ اور قلم کی نعمتوں سے بھی محروم کر دیا گیا تب اس نے اپنے ناخنوں سے زنداں کی دیوار پر جملہ کھرچا تھا کہ میری اصل سزا یہ ہے کہ مجھے کتاب، کاغذ اور قلم سے محروم کر دیا گیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام اس صدی میں نظری طبیعات کے شعبے کی عظیم ذہانتوں میں سے ایک تھے۔ جس دھرتی سے ان کا خمیر اٹھا اسے ان پر ناز کرنا چاہیے تھا لیکن یہ ان کی نہیں ہماری سیاہ بختی ہے کہ ہم نے انہیں جلاوطنی اور بے توقیری کے عذاب میں ڈالا۔ مغرب سے متعدد معاملات پر اختلاف رکھنے کے باوجود ہمیں اس کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ہمارے جلاوطنوں کو پناہ وہیں ملتی ہے۔

اے مغرب تیرا شکریہ۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس ۳ دسمبر ۲۰۰۶ء)

محترم جلال الدین قمر صاحب مرحوم کا ذکر خیر

مکرم محمود احمد اشرف صاحب

یہ ۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ میں جامعہ احمدیہ میں بطور طالب علم کے داخل ہوا۔ اس وقت تک جامعہ کے ماحول سے کچھ اجنبیت باقی تھی ۔ کالج کا ماحول آزاد سمجھا جاتا ہے خیال تھا کہ جامعہ میں شاید کچھ گھٹا ہوا ماحول ہوگا لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا ۔ میرے سب اندیشے دور ہو گئے ۔ جامعہ میں پابندیاں تو شاید زیادہ ہی تھیں لیکن گھٹن نام کی کوئی چیز نہیں تھی ۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جامعہ میں استاد اور طالب علم کے مابین ایک حسین تعلق تھا۔ اس تعلق میں پرخلوص ادب کے ساتھ ساتھ ایک بے تکلفی بھی تھی اور یہی وہ بات تھی جس نے سارے ماحول کو خوبصورت بنا دیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ یہ دیکھ کر مجھے ایک خوشگوار حیرت ہوئی کہ بزرگ اساتذہ بھی طلباء کے ساتھ دوستانہ رنگ میں گھل مل جاتے ہیں اور کوئی غیر طبعی فاصلہ نہیں ہے ۔ کوئی جنریشن گیپ نظر نہ آتا تھا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ یہ سب کچھ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ’’رفقاء‘‘ کی روایات کا جاری سلسلہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ اساتذہ اپنی نیکی، علم اور تجربے کے باوجود گہرے عجز وانکسار کے مالک ہیں اور طلباء کے لیے خلوص ہی نہیں درد بھی رکھتے ہیں۔

ان اساتذہ میں مکرم جلال الدین قمر صاحب بھی شامل تھے ۔ آپ سلسلے کے قدیم خدام میں سے تھے ۔ ۱۹۲۳ء میں قادیان میں پیدا ہوئے ۔ ۱۹۴۶ء میں زندگی وقف کی اور پھر نصف صدی تک خدمت کی توفیق پائی ۔ فلسطین، تنزانیہ، یوگنڈا اور کینیا میں ایک لمبے عرصے تک بطور مشنری مقیم رہے اور پھر اپنی سروس کے آخری گیارہ سال جامعہ احمدیہ میں تدریس سے وابستہ رہے۔

آپ کی علمی قابلیت کا تو ہمیں اس وقت پتہ چلا جب آپ نے ہمیں کسی سینئر کلاس میں جا کر پڑھانا شروع کیا لیکن پہلی بات جس نے ہمیں متاثر کیا وہ آپ کی شخصیت کے ظاہری خدوخال تھے ۔ آپ کا قد لمبا تھا۔ ان چند اساتذہ میں سے تھے جو ہمیشہ پگڑی پہنتے تھے ۔ بالعموم سفید اجلی شلوار قمیص اور شیروانی زیب تن رکھتے تھے ۔ میرے خیال کے مطابق آپ بڑے خوش لباس آدمی تھے ۔ اور یہ سب کچھ آپ کی اندرونی شخصیت کا آئینہ دار تھا جس میں ایک نظم وضبط، سلیقہ اور نفاست پائی جاتی تھی اور یہ تمام خوبیاں آپ کے لباس میں ہی نہیں بلکہ آپ کے طرز تکلم، انداز فکر اور طریق تدریس سب میں نمایاں تھیں ۔ آواز میں ایک کھنک تھی ۔ سوچ میں ایک نظم تھا اور بات کو سمجھانے کا بڑا ڈھنگ آتا تھا۔ صاف ستھرے اور نستعلیق مزاج کے انسان تھے ۔ جب کسی طالب علم کو اپنے بلند میعار پر پورا اترتے نہ دیکھتے تھے تو برہم ہو جاتے تھے جس کے پس منظر میں خلوص اور محبت کو محسوس کیا جا سکتا تھا۔

اشعار کے اوزان کا علم عربی زبان میں علم العروض کہلاتا ہے ۔ مکرم قمر صاحب زبانوں اور دیگر علوم کے ماہر ہونے

کے ساتھ ساتھ اس علم پر بھی بڑی دسترس رکھتے تھے۔ اور مجھے یاد ہے کہ انھوں نے یہ علم بڑے سائنسی انداز میں یعنی بڑے سلیقے سے ہمیں پڑھایا تھا۔میرا خیال ہے کہ انھوں نے اس میں کوئی باقاعدہ سند حاصل نہیں کی ہوئی تھی بلکہ ذاتی دلچسپی ہی دراصل اس علم میں ان کی مہارت کا باعث تھی۔ یہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ علم کے لیے ذاتی دلچسپی کا ہونا بڑی اہم شرط ہے۔اور اچھا استاد بھی دراصل وہی ہے جو کسی علم میں دلچسپی پیدا کردے۔مکرم جلال الدین صاحب قمر نے جس انداز میں یہ مضمون ہمیں پڑھایا تھا مجھے یاد ہے کہ اس سے علم العروض میں ہمیں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔

ہمارے بزرگ رفیق کار مکرم منیر احمد منیب صاحب ایک عرصہ تک یوگنڈا میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔مکرم جلال الدین قمر صاحب بھی اس عرصہ کے دوران وہاں بطور مربی سلسلہ مقیم تھے۔منیب صاحب بتارہے تھے کہ مکرم جلال الدین صاحب قمر کو خدا تعالیٰ نے زبان دانی کا خاص ملکہ عطا کر رکھا تھا۔چنانچہ انھوں نے قریباً دو سال کے قلیل عرصہ میں لوگنڈا (LUGANDA) زبان سیکھی۔یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ زبان سیکھنے کے لیے بہترین زمانہ بچپن یا لڑکپن کا ہی ہے۔عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ زبان سیکھنے کا عمل مشکل ہوتا چلا جاتا ہے اور زیادہ محنت کا تقاضا کرتا ہے۔مکرم قمر صاحب نے جب یہ زبان سیکھی تو ان کی عمر ۴۵ سال سے زائد تھی۔اس عمر میں بھی انھوں نے نہ صرف اسے سیکھا بلکہ اس میں اس قدر کمال حاصل کرلیا کہ اس زبان میں ایک اتھارٹی بن گے۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ کو اس زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کی بھی توفیق عطا فرمائی۔اس ترجمہ کے لیے وہاں ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی جس میں قمر صاحب کے ساتھ وہاں کے بعض مقامی اہل علم بھی شامل تھے۔جلال الدین قمر صاحب کی بطور مشنری ان دنوں تعیناتی مساکا میں تھی۔ترجمہ کمیٹی کا اجلاس کمپالہ میں ہوا کرتا تھا۔چنانچہ قمر صاحب ہفتہ میں تین دن مساکا میں رہ کر اپنے فرائض انجام دیتے اور باقی تین دن ۸۰ میل کا سفر کر کے کمپالہ آتے اور وہاں رہ کر ترجمہ کا کام کرتے۔علمی کاموں کے لیے عام طور پر بڑی یکسوئی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔مکرم قمر صاحب کو اپنی دیگر تربیتی ذمہ داریوں اور سفروں کی وجہ سے یہ یکسوئی ہرگز میسر نہیں تھی لیکن خدا کے فضل سے انھوں نے اس کام کو بڑے احسن رنگ میں قریباً دو سال کے عرصے میں سرانجام دیا۔مکرم منیب صاحب بتارہے تھے کہ بارہا ایسا ہوا کہ لوگنڈا زبان کے کسی لفظ یا محاورے کے معانی کے متعلق ارکان کمیٹی کے مابین اختلاف رائے پیدا ہوتا تو وہاں کی یونیورسٹی کے متعلقہ شعبہ سے فون وغیرہ پر رابطہ کیا جاتا تو قریباً ہر مرتبہ مکرم جلال الدین قمر صاحب کی رائے درست نکلتی۔

آپ ایک بزرگ اور قدیمی خادم سلسلہ تھے جو اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔ہم سب اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔آپ کی خوش نصیبی یہ ہے کہ آپ نے ساری عمر پوری وفا کے ساتھ اپنا عہد وقف نبھایا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں خوشنودی کے ساتھ آپ کا ذکر خیر فرمایا اور یوں آپ کو ایک نیک انجام نصیب ہوا۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے درجات بلند فرماتا رہے۔

دیکھئے تو کمال بوڑھوں کا

رکھنا رکھنا خیال بوڑھوں کا
پوچھنا حال چال بوڑھوں کا

خود اٹھا ہاتھ تھام کر ان کو
اور عصا بھی سنبھال بوڑھوں کا

اک نہ اک دن تو تم بھی دیکھو گے
دیکھتے ہو جو حال بوڑھوں کا

کر دے فارغ تُو مجھ سے پہلے انہیں
کام پیچھے نہ ڈال بوڑھوں کا

اس سے پہلے کہ کرتا پٹواری
ہو گیا اِنتقال بوڑھوں کا

کیا کریں گی حکومتیں اپنی
بس منائیں گی سال بوڑھوں کا

کچھ توجہ کرے اگر اولاد
جینا کیوں ہو محال بوڑھوں کا

جی رہے ہیں سہارے یادوں کے
دیکھئے تو کمال بوڑھوں کا

جب تلک سانس تب تلک ہے آس
عزم ہے بے مثال بوڑھوں کا

(ڈاکٹر حنیف احمد قمر)

اخبار مجالس

رپورٹ سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ ضلع حافظ آباد

مورخہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۶ء بروز جمعہ مجلس انصاراللہ حافظ آباد کا ۱۲واں سالانہ اجتماع پریم کوٹ میں منعقد ہوا۔ تلاوت عہد و نظم کے بعد مکرم رانا منیر احمد خان صاحب نائب صدر صف دوم نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ بعد ازاں ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد احباب نے کھانا تناول کیا جس کے بعد دو مزید ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اس اجتماع میں ۱۳ مجالس کے ۱۲۵ انصار ۶ نومبائعین اور ۵۰ خدام و اطفال شریک ہوئے۔ ۴۰ انصار سائیکلوں پر سوار ہو کر اجتماع گاہ تک پہنچے۔

سالانہ اجتماع کا دوسرا حصہ مورخہ ۲۴ نومبر ۲۰۰۶ء کو منعقد ہوا جو کہ بنیادی طور پر علمی مقابلہ جات پر مشتمل تھا۔ اس پروگرام میں شرکت کے لیے مرکز سے محترم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ اور ناظم علاقہ مکرم رانا منصور احمد صاحب بھی تشریف لائے۔ نماز جمعہ و عصر کے بعد اجتماع کا دوسرا اجلاس ہوا جس میں مکرم نائب صدر صاحب نے انعامات تقسیم فرمائے۔ اس پروگرام میں ۱۲ مجالس سے ۱۲۶ انصار شامل ہوئے۔

رپورٹ سالانہ تربیتی اجتماع مجلس انصاراللہ مغل پورہ لاہور

مورخہ ۳ دسمبر ۲۰۰۶ء کو مجلس کے تربیتی اجتماع کا پہلا اجلاس مکرم چوہدری منیر مسعود صاحب لاہور ناظم صاحب ضلع لاہور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں تلاوت عہد اور نظم کے بعد نظام وصیت برکات خلافت اور حفظان صحت کے موضوعات پر تقاریر کی گئیں۔
دوسرا اجلاس مکرم طاہر احمد ملک ناظم صاحب علاقہ لاہور کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس میں رپورٹ کارگزاری اور تقسیم انعامات کے علاوہ ایک نومبائع مکرم منور احمد صاحب نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے موضوع پر تقریر کی۔ صدارتی خطاب میں مکرم ناظم صاحب علاقہ نے نظام وصیت، وقف عارضی اور بعض دیگر تربیتی امور پر روشنی ڈالی۔ انصار کی حاضری ۳۲ تھی جو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ۸۲ فیصد سے زائد ہے۔

رپورٹ ریفریشر کورس ضلع کوئٹہ

مورخہ ۱۲ نومبر ۲۰۰۶ء بروز اتوار بعد نماز ظہر ضلع کوئٹہ کی ۷ مجالس کا ریفریشر کورس ہوا۔ مرکزی نمائندہ مکرم حفیظ احمد صاحب مربی سلسلہ نے مختلف شعبہ جات کے حوالے سے عہدیداران کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ مکرم ناظم ضلع

رپورٹ چھٹی سالانہ علمی ریلی 2006ء

اراکین مجلس انصاراللہ پاکستان کے علمی معیار کو بلند کرنے اور مسابقت کی روح بڑھانے کے لیے قیادتِ تعلیم کل پاکستان علمی ریلی انعقاد کرتی ہے۔ امسال یہ ریلی ۸ تا ۱۰ دسمبر ۲۰۰۶ء ربوہ میں منعقد ہوئی۔

مورخہ ۸ دسمبر ۲۰۰۶ء کو محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی کی زیرِ صدارت ریلی کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآنِ کریم اور عہد کے بعد مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب قائد تعلیم منتظم اعلیٰ نے ریلی کے اغراض ومقاصد بیان کیے۔ محترم مہمان خصوصی نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ انصاراللہ کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی کا بطور خاص خیال رکھیں۔ چنانچہ جس حد تک اور جس شعبہ میں وہ تعلیم حاصل کرسکتا ہے اسے اس کا موقع ملنا چاہیے۔ اسکے ساتھ ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا پورا اہتمام ہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے عمدہ نتائج پیدا ہوں گے۔

علمی ریلی میں پاکستان بھر سے ۴۳ اضلاع کی ۲۰۹ مجالس کے ۵۰۳ انصار شامل ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ حاضری گزشتہ تمام سالوں سے زیادہ رہی۔ اس علمی ریلی میں تلاوت قرآن کریم، حفظ قرآن، نظم، بیت بازی، دینی معلومات اور تقاریر کے مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ مقابلہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی منعقد ہوا جس کے دو معیار تھے۔ مجموعی طور پر اس میں ۱۷۱ انصار شامل ہوئے۔

دوسرے روز نمازِ مغرب وعشاء کے بعد مکرم چوہدری محمد علی صاحب کے مجموعہ کلام **"اشکوں کے چراغ"** کی تقریب رونمائی کی گئی۔

تیسرے روز اختتامی تقریب دوپہر ایک بجے مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی جس میں امتیاز حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ (نتائج کی تفصیل بھی شائع کی جارہی ہے۔) منتظم صاحب اعلیٰ علمی ریلی نے رپورٹ پیش کی جس کے بعد صدر مجلس نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے مطالعہ کتب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف توجہ دلائی۔ دُعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

فہرست انعامات چھٹی سالانہ علمی ریلی 2006ء

تلاوت قرآن کریم معیار خاص:

اول: مکرم حافظ عارف اللہ صاحب ربوہ دوم: مکرم حافظ عبدالکلیم صاحب ربوہ

سوم: مکرم بشارت احمد صاحب کوٹ لکھپت لاہور حوصلہ افزائی: مکرم طاہر احمد گھوکھر صاحب چھاؤنی لاہور

تلاوت قرآن کریم: اول: مکرم سلطان محمد صاحب ربوہ دوم: مکرم علی شان ناصر صاحب اٹک

سوم: مکرم حفیظ احمد شاکر صاحب النور کراچی حوصلہ افزائی: مکرم محمد اقبال گھوکھر صاحب جوہر آباد خوشاب

حفظ قرآن: اول: مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب سمبڑیال سیالکوٹ دوم: مکرم مبارک احمد خان صاحب دارالنصر شرقی ربوہ

سوم: مکرم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب ربوہ حوصلہ افزائی: مکرم عبدالقیوم صاحب شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین

نظم خوانی: اول: مکرم صہیب احمد صاحب ربوہ دوم: مکرم حمید احمد شاہد صاحب مارٹن روڈ کراچی

سوم: مکرم ملک سرور طاہر صاحب ربوہ حوصلہ افزائی: مکرم فیاض احمد صاحب بلدیہ ٹاؤن کراچی

مقابلہ تقریر معیار خاص: اول: مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کلفٹن کراچی دوم: مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب ربوہ

سوم: مکرم بشیر احمد اختر صاحب ہمدانہ ضلع منڈی بہاؤالدین حوصلہ افزائی: مکرم مذیر احمد خان صاحب مغلپورہ ضلع لاہور

مقابلہ تقریر فی البدیہہ: اول: جمیل احمد بٹ صاحب کلفٹن کراچی دوم: منیر احمد شیخ صاحب بیت النور کراچی

سوم: منور احمد خالد صاحب ناظم کراچی حوصلہ افزائی: یونس احمد خادم صاحب ربوہ

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود (تحریری امتحان): اول: مکرم چوہدری مبارک احمد شاہد صاحب جوہر ٹاؤن ضلع لاہور دوم: مکرم مذیر احمد باجوہ صاحب ربوہ

سوم: مکرم محمد شبیر برلی صاحب ضلع سرگودھا چہارم: مکرم عبدالسلام ارشد صاحب چھاؤنی ضلع لاہور

پنجم: مکرم محمد شاہد قریشی صاحب گلستان جوہر ضلع کراچی، مکرم نورالٰہی بشیر صاحب مغلپورہ ضلع لاہور

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود (عہدیداران): اول: مکرم مہر اوصاف احمد صاحب ناظم ضلع مظفر گڑھ دوم: مکرم محمد عطاء اللہ صاحب زعیم اعلیٰ شیخوپورہ

سوم: مکرم سید محمد رضا بسمل صاحب زعیم اعلیٰ بلدیہ ٹاؤن کراچی حوصلہ افزائی: مکرم جاوید اقبال انجم صاحب ناظم ضلع گوجرانوالہ

مقابلہ دینی معلومات (انفرادی): اول: مکرم زبیر احمد خان صاحب عزیز آباد کراچی دوم: مکرم بشیر احمد صاحب بھٹ بھائی ضلع سانگھڑ

سوم: مکرم ملک منور احمد صاحب جوہر ٹاؤن ضلع لاہور حوصلہ افزائی: مکرم عزیز احمد منگلا صاحب جوہر ٹاؤن ضلع لاہور

مقابلہ دینی معلومات (بین الاضلاع): اول: نظامت ضلع کراچی

مکرم زبیر احمد خان عزیز آباد ، مکرم عبدالحمید ارشد صاحب عزیز آباد

دوم: نظامت ضلع سیالکوٹ

مکرم رانا فاروق احمد صاحب سمبڑیال ضلع سیالکوٹ، مکرم محمد انور صاحب سیالکوٹ شہر

سوم: نظامت ضلع شیخوپورہ

مکرم محمد عطاء اللہ صاحب بیت الناصر شیخوپورہ، مکرم محمد امان اللہ صاحب کیلئے ضلع شیخوپورہ

مقابلہ بیت بازی (بین الاضلاع): اول: نظامت ضلع کراچی

مکرم منور احمد خالد صاحب ناظم آباد ضلع کراچی، مکرم محمد شاہد قریشی صاحب گلستان جوہر ضلع کراچی

دوم: نظامت ضلع لاہور

مکرم عبدالعزیز منگلا صاحب جوہر ٹاؤن لاہور مکرم محمد شریف ظفر صاحب جوہر ٹاؤن لاہور

سوم: ربوہ مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب مکرم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب

مقابلہ مقالہ نویسی 2006ء: بعنوان''دین حق''کا فلسفہ جہاد''

اول: مکرم منصور احمد لکھنوی صاحب گلشن اقبال شرقی کراچی، دوم: مکرم افتخار الٰہی ملک صاحب گرین ٹاؤن لاہور

سوم: مکرم جمیل احمد بٹ صاحب گلشن کراچی، چہارم: مکرم محمد ارشاد صاحب بیت التوحید لاہور

پنجم: مکرم افتخار احمد خان صاحب گلستان جوہر کراچی

حسن کارکردگی: 6-مکرم خواجہ مبارک احمد صاحب کوٹڑی ضلع حیدرآباد 7-مکرم عبدالمنان محمود شاکوٹی صاحب مارٹن کراچی

8- مکرم منصور احمد صاحب جوہر ٹاؤن لاہور 9- مکرم محمد فضل احمد صاحب گلستان جوہر کراچی

10- مکرم عبدالعزیز منگلا صاحب جوہر ٹاؤن صاحب 11- مکرم محمد یونس جاوید صاحب دارالسلام لاہور

12- مکرم عظمت شہزاد صاحب فضل عمر فیصل آباد 13- مکرم خواجہ منظور صادق صاحب اسلام آباد شمالی

14- مکرم مسعود احمد ظفر صاحب عزیز آباد کراچی 15- مکرم حمید احمد وقار صاحب ماڈل کالونی کراچی

حوصلہ افزائی 1- مکرم مبارک احمد تنویر ربوہ

حسن کارکردگی شرکت مقالہ نویسی ضلع اول: نظامت ضلع لاہور دوم: نظامت کراچی

زعامت ہائے علیاء اول : ربوہ دوم : ماڈل کالونی کراچی

حسن کارکردگی: چھٹی سالانہ علمی ریلی 2006ء

حسن کارکردگی زعامت علیاء:

اول: مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ دوم: عزیز آباد کراچی

بہترین ناصر: جمیل احمد بٹ صاحب گلشن کراچی بہترین ضلع: نظامت ضلع کراچی